بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

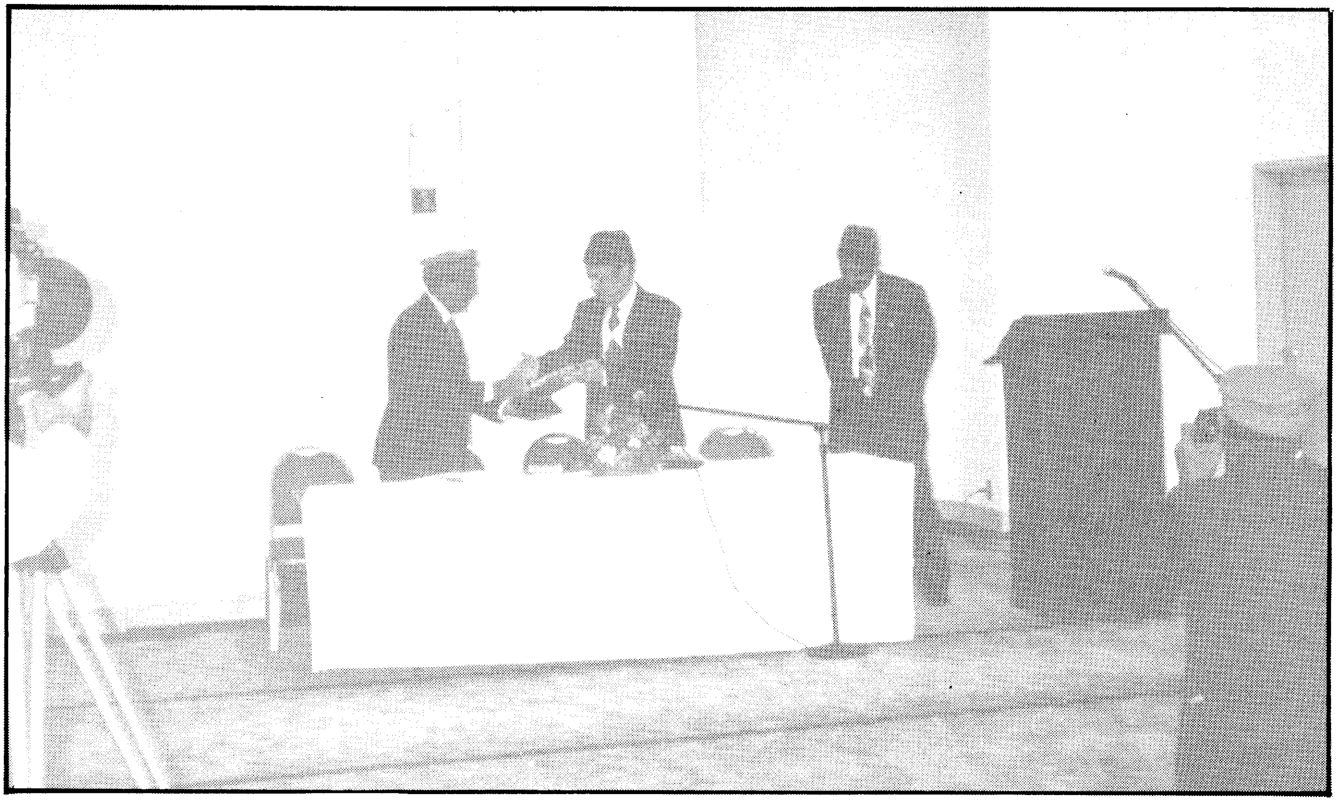


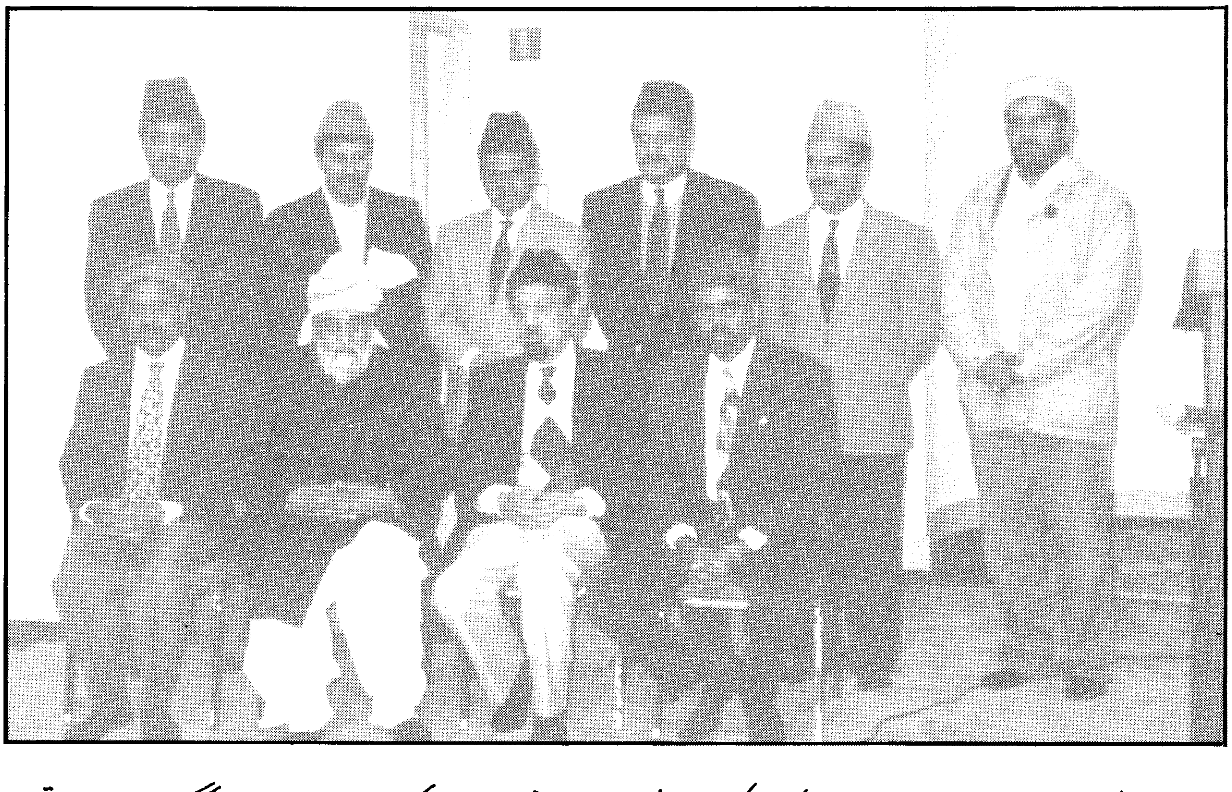
کارکنان جلسہ سالانہ امریکہ اکتوبر ۱۹۹۴ء اپنے پیارے آقا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by the **Ahmadiyya Movement in Islam,** Inc.
2141 Leroy Place, N.W., Washington, DC 20008. Ph: (202)232-3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Chauncey, OH 45719

NON PROFIT ORG.
U.S. POSTAGE
P A I D
CHAUNCEY, OHIO
PERMIT # 1

Ahmadiyya Movement in Islam, inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719





سابق صدر خدام الاحمدیہ امریکہ مکرم ڈاکٹر قمر احمد شمس صاحب کے اعزاز میں دی گئی الوداعی تقریب میں محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت امریکہ اُوپر مکرم ڈاکٹر صاحب کو شیلڈ دے رہے ہیں اور نیچے نئے صدر مکرم منعم نعیم صاحب، مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر صاحب اور ریجنل قائدین کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔

القرآن الحکیم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ج فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ز وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ٥ ——— (سورۃ بقرہ آیت ۱۸۶)

ترجمہ :۔ رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے وہ (قرآن) جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں اس لئے تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اُسے چاہیئے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اُس پر اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی واجب) ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور (یہ حکم اس نے اس لئے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تاکہ تم تعداد کو پورا کرلو اور اس (بات) پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تاکہ تم (اس کے) شکر گزار بنو۔

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ، فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِیْنَ۔ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ : فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا ——— (بخاری کتاب الصوم الخ صـ۲۵۶)

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم چاند دیکھ کر روزہ شروع کرو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی عید مناؤ اور اگر دھند یا بادل کی وجہ سے انتیس تاریخ کو چاند نہ دیکھ سکو یا چاند اُس روز ہوا ہی نہ ہو تو شعبان اور اسی طرح رمضان کے تیس دن پورے کرو مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر بادل کی وجہ سے چاند نہ دیکھ سکو تیس دن کے روزے رکھو۔

روزہ رکھنے کی دُعا وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

روزہ کھولنے کی دُعا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ

رمضان کے دن اللہ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں

روزہ دار کو چاہیئے کہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہؑ

"۔۔۔۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اُسی قدر تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدِّ نظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کے لئے تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے اُنہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا اُنہیں مل جاوے۔"

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۸ ؍جون ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

"میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزے چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔"

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳، صفحہ ۵ ۲۴ ؍جنوری ۱۹۰۱ء)

تحریک جدید کے سال نو کا اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جمعۃ المبارک ۴ نومبر ۱۹۹۴ کے خطبہ میں تحریک جدید کے دفتر اول کے ۶۱ویں، دفتر دوم کے ۵۱ویں دفتر سوم کے ۳۰ویں اور دفتر چہارم کے ۱۰ویں سال کے آغاز کا اعلان فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ سال ۹۳۔۹۴ء میں تحریک جدید کی مالی قربانی میں پانچ کروڑ پچاسی لاکھ تیئس ہزار چھ صد روپے [۵۸۵۲۳۶۰۰] کے وعدہ جات وصول ہوئے جبکہ اس وقت تک پانچ کروڑ باون لاکھ بیاسی ہزار دو صد روپے [۵۵۲۸۲۲۰۰] کی وصولی کی اطلاع مل چکی ہے۔ سٹرلنگ پاؤنڈز میں ۹۲۔۹۳ء میں دس لاکھ ستاسی ہزار آٹھ صد چھتیس پاؤنڈز [۱۰۸۷۸۳۶] کے وعدہ جات کے مقابل پر دس لاکھ اکانوے ہزار نو صد انیس پاؤنڈز [۱۰۹۱۹۱۹] کی وصولی ہوئی اور ۹۳۔۹۴ء میں بارہ لاکھ پینتالیس ہزار ایک صد چوراسی پاؤنڈز [۱۲۴۵۱۸۴] کے وعدہ جات کے بالمقابل اب تک کی وصولی گیارہ لاکھ چھہتر ہزار دو صد سترہ پاؤنڈز [۱۱۷۶۲۱۷] ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تحریک جدید کی مالی تحریک کے مختلف دفاتر (اول، دوم، سوم، چہارم) کے قیام کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ ہر تحریک جدید کا سیکرٹری اپنے ساتھ ان مختلف دفاتر کے لئے نائبین لگائے اور ان کا الگ الگ ریکارڈ رکھیں اور آپس میں مقابلہ کریں۔ جہاں جماعت چھوٹی ہو اور یہ تقسیم ممکن نہ ہو وہاں جو بھی تحریک جدید کا سیکرٹری ہے وہ اپنے ذمہ یہ بات لے لے کہ وہ اس بات کو یاد رکھے گا اور ہر دفتر کا الگ الگ ریکارڈ رکھے گا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ۲۶۶ اور سورۃ التغابن کی بعض آیات کے حوالے سے مالی قربانی کی اہمیت اور اس کے فلسفہ پر نہایت پر معارف روشنی ڈالی اور فرمایا کہ چونکہ جماعت کی مالی قربانی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات دائمی ہے اس لئے ان قربانیوں کو بھی دوام حاصل ہوتا ہے اور تحریک جدید کے گزشتہ ۶۰ سالہ دور میں ایک بھی ایسا دور نہیں آیا جب جماعت مالی قربانی میں تھک گئی ہو۔

حضور نے فرمایا کہ ایسے لوگ جو محض للہ قربانیاں کرتے ہیں جب ان کی تقویٰ کی استطاعت بڑھتی ہے تب ان کی مالی قربانیاں آگے بڑھتی ہیں اور ایسی مالی قربانی جو تقویٰ کی استطاعت کے عین مطابق ہوتی ہے اتنا ہی اس مالی قربانی کرنے والوں کا تقویٰ بڑھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ اگر استطاعت کے مطابق تقویٰ بڑھاؤ گے تو پھر جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ حضور

نے نہایت مسرت سے یہ اعلان فرمایا کہ اللہ کے فضل سے جماعت میں اللہ کے بڑھتے ہوئے تقویٰ کے ساتھ مالی قربانیوں کا معیار بڑھ رہا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تحریک جدید کے مالی جہاد میں سال گزشتہ (۹۳۔۹۴ء) میں دنیا بھر کی جماعتوں میں پاکستان کی جماعتوں کو سبقت کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ اس کے بعد بالترتیب جرمنی، امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، انڈونیشیا، جاپان، ماریشس، سوئٹزرلینڈ اور انڈیا کی جماعتیں آتی ہیں۔

فی کس مالی قربانی کے لحاظ سے سوئٹزرلینڈ کی جماعت اول نمبر پر رہی جن کی فی کس قربانی کا اوسط ۱۷۴ء۳۸ پاؤنڈز ہے۔ اس کے بعد جاپان کی جماعت ہے انکی فی کس مالی قربانی ۱۶۳ء۹۰ پاؤنڈز ہے۔ اس کے بعد امریکہ۔ بلجیم اور برطانیہ کی جماعتیں ہیں۔ پاکستان کی جن جماعتوں کو مرکز کی طرف سے معین ٹارگٹ دیئے گئے تھے اور انہوں نے دیئے گئے ٹارگٹ کو پورا کیا ان میں نمایاں جماعتیں یہ ہیں۔ لاہور۔ ربوہ۔ کراچی۔ سیالکوٹ۔ کوئٹہ۔ پشاور۔ جھنگ۔ فیصل آباد۔ حیدر آباد۔ شاہ تاج شوگر ملز۔ اسلام آباد۔ حافظ آباد۔ گوجرانوالہ۔ مظفر گڑھ۔ ملتان۔ نواب شاہ اور میرپور آزاد کشمیر۔

حضور انور نے بتایا کہ سال ۹۲۔۹۳ء کے مقابل پر ۹۳۔۹۴ء میں غیر معمولی جدوجہد سے تحریک جدید میں مالی قربانی کو آگے بڑھانے کے لحاظ سے جماعت احمدیہ گی آنا نے غیر معمولی کام کیا ہے۔ ۹۲۔۹۳ء کے مقابل پر ان کا ۹۳۔۹۴ء میں اضافہ ۹۴ء۷ فیصد ہے۔ اس کے بعد زیمبیا۔ سرینام۔ سپین۔ سیرالیون اور گیمبیا وغیرہ کے نام آتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ جماعت کی ضروریات اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔ ضرورتیں بڑھتی ہیں تو اموال بھی خود اللہ تعالیٰ مہیا کر دیتا ہے صرف فکر کی بات یہ ہے کہ ہماری مالی قربانیاں کبھی ہماری تقویٰ کی استطاعت سے آگے نہ نکلیں بلکہ ہمیشہ جب آگے بڑھیں تو بڑھتے ہوئے تقویٰ کی نشاندھی کر رہی ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ جماعت کو جو نئی قربانیوں کی توفیق مل رہی ہے اس کا تعلق ہمارے پہلے قربانی کرنے والوں سے ہے۔

حضور نے دعا دی کہ خدا کے فضلوں کے نظارے دیکھ کر حقیقی معنوں میں ہمیں اللہ تعالیٰ اس کا شکر گزار بندہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

خطبہ جمعہ

غیبت سے کلیۃً اجتناب کریں اور اس کا ایک طریقہ اپنے محبت کے دائرے کو وسیع کرنا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۸ نومبر ۱۹۹۴ء مطابق ۱۸ نبوت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ النور اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۳﴾ (سورہ الحجرات: ۱۳)

آج کے خطبے کے لئے میں نے جس آیت کریمہ کا عنوان باندھا ہے یہ سورہ الحجرات سے لی گئی ہے اور اس کی تیرھویں آیت ہے۔ اس میں بعض امور کے علاوہ خصوصیت سے غیبت کے متعلق مسلمانوں کو جو مومنوں کے معاشرے کو متنبہ کیا گیا ہے اور ایسے الفاظ میں متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر کوئی انسان اس کے پیغام کی حقیقت کو سمجھ لے تو غیبت کا تصور بھی اس کے قریب نہ پھٹکے۔ لیکن جس رنگ میں یہ ذکر فرمایا گیا ہے اس میں یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اس مکروہ چیز کا شوق تم لوگوں میں اتنا پایا جاتا ہے کہ گویا اسے جانتے بوجھتے ہوئے بھی تم بے اختیار اس کی طرف کھچے چلے جاؤ گے یا کھچے چلے جاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اول "کثیراً من الظن" سے یعنی اندازے لگانے سے اجتناب کیا کرو اور بہت زیادہ عادت جو ہے تخمینوں کی کہ یہ ہوا ہو گا اور یہ ہوا ہو گا یہ ایک ایسی مہلک عادت ہے کہ ان اندازوں میں سے بعض یقیناً گناہ ہوتے ہیں پس تم ایک ایسے میدان میں پھرتے ہو جس میدان میں خطرناک گڑھے ہیں یا جنگل کے درندے ہیں تم سمجھتے ہو کہ تم دیکھ بھال کر قدم اٹھا رہے ہو مگر جو ایسے خطرے مول لیتا ہے یقیناً اس کا پاؤں کہیں نہ کہیں رپٹ جاتا ہے، غلطی سے کسی گڑھے میں پڑ جاتا ہے یا کسی درندے کے چھپنے کی جگہ کے قریب سے گزرتا ہے اور اسے حملے کی دعوت دیتا ہے تو مراد یہ ہے کہ ہر ظن گناہ نہیں ہے یہ درست ہے۔ بعض ظن جو درست ہوں، حقیقت پر مبنی ہوں وہ خدا کے نزدیک گناہ نہیں لیکن ظن کرنے کی عادت خطرناک ہے اور اس کے نتیجے میں ہرگز بعید نہیں کہ تم سے بڑے گناہ سرزد ہوں۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ تجسّس بھی نہ کیا کرو۔ ظن کا جو تعلق ہے وہ تجسّس سے بہت گہرا ہے۔ جب انسان کو یہ شوق ہو کہ کسی کی کوئی کمزوری معلوم کرے تو اس وقت جو ظن ہیں وہ زیادہ گناہ کے قریب ہوتے ہیں کیونکہ انسان اپنے بھائی یا اپنی بہن میں بدی ڈھونڈ رہا ہوتا ہے۔ اور تجسّس کی عادت اگر ظن کی عادت کے ساتھ مل جائے تو بہت بڑا احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ شخص گنہگار ہو گا۔ پس اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ فرما دیا۔ "ولا یغتب بعضکم بعضا" اور کوئی تم میں سے کسی دوسرے شخص کی غیبت نہ کرے یعنی اس کی غیوبت میں، اس کی عدم موجودگی میں اس پر تبصرے نہ کیا کرے۔ اب یہ پہلا جو مضمون بیان ہو رہا ہے اس کا آخری طبعی نتیجہ ہے۔ جو شخص ظن کی عادت رکھتا ہے جلدی سے نتائج نکالتا ہے کہ یہ ہوا ہو گا اور جو شخص تجسّس کی عادت رکھتا ہے وہ اپنے ظن کو گناہ کے قریب تر پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ تجسّس کا مطلب ہے اسے شوق ہے کچھ معلوم کرنے کا۔ اس لئے بے وجہ ظن نہیں کر رہا، یونہی اتفاقاً ظن نہیں کر رہا بلکہ کسی خاص مقصد کی تلاش میں اس کا ظن ہے اور ایسے موقع پر وہ نتیجہ نکالنا جو غلط ہے اور محض اپنے تجسّس کے شوق میں اس نے نکالا ہے یہ ایک طبعی بات ہے یعنی ایسا احتمال بہت بڑھ جاتا ہے۔

تیسری صورت میں جب تجسّس کرتا ہے تو کیوں کرتا ہے۔ بنیادی طور پر اس کو اپنے بھائی یا بہن سے کوئی دبی ہوئی مخفی نفرت ہوتی ہے۔ وہ پسند نہیں ہوتا اور غیبت اسی کی کی جاتی ہے جو پسند نہ ہو۔ کبھی آپ نہیں دیکھیں گے کہ ماں باپ بیٹھ کر بچوں کی غیبت کر رہے ہیں یا بچے بیٹھ کر ماں باپ کی غیبت کر رہے ہیں اگر ایسا ہو تو بنیادی طور پر ان کے تعلقات کے نظام میں کوئی ایسا رخنہ ہے جسے پاگل پن کہا جا سکتا ہے۔ مگر غیبت اور کسی شخص سے پرخاش رکھنا، کوئی اس کے متعلق حسد کا پیدا ہونا اس قسم کے محرکات ہیں جو تجسّس کی پہلے عادت ڈالتے ہیں اور پھر جب تجسّس ان کے سامنے کوئی تصورات پیش کرتا ہے، حقائق نہیں بلکہ وہ ظن جو ان کی عادت میں داخل ہے تجسّس کے نتیجے میں اندازے لگاتا ہے کہ ہم یہاں تک تو پہنچ گئے ہیں اندر کمرے میں جا کر تو نہیں دیکھا مگر صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ ہو رہا ہو گا۔ اور چونکہ بدنیتی سے ہی اس سفر کا آغاز ہے اس لئے جو بھی ماحصل ہے وہ یقینی ہو یا غیر یقینی ہو وہ اسے آگے مجالس میں بیان کرتے اور اس کے چسکے لیتے ہیں۔ یہ ایک پورا نفسیاتی سفر ہے جو غیبت کرنے والا اختیار کرتا ہے۔ جس کو قرآن کریم نے سلسلہ بہ سلسلہ اسی طرح بیان فرمایا جیسے انسانی فطرت میں یہ بات پائی جاتی ہے لیکن غیبت کی صرف یہ وجہ نہیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے سوا اور کوئی غیبت نہیں ہے۔

غیبت بغیر تجسّس کے بھی پیدا ہوتی ہے۔ غیبت ایک شخص کی بدی جو کھل کر اس کے سامنے آئی ہے اور تجسّس کے نتیجے میں نہیں اس کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اس میں دور کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے ان لوگوں کو پہنچانا جو اس کو سن کر اس شخص سے اور دور ہٹ جائیں گے اور اس کی اس شخص سے دشمنی میں اس کے طرف دار ہو جائیں گے۔ یہ نیت بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ حقائق پر مبنی غیبتیں بھی کی جاتی ہیں اور ہر نیت کا ٹیڑھا ہونا لازم ہے ورنہ یہ گناہ نہیں ہے۔

ایک موقع پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے کسی کے سامنے کسی شخص کی بات بیان کی اور ان کو یہ شک گزرا کہ نعوذ باللہ من ذالک غیبت تو نہیں ہو رہی۔ وہ شخص موجود نہیں تھا۔ مگر وہ جن کو منصب عطا ہوتا ہے۔ بعض ذمہ داریاں عطا ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ وہ اپنے تبصرے کو بعض دوسرے لوگوں کے سامنے بیان

کرتے ہیں اور مقصد یہ نہیں ہوتا کہ نعوذ باللہ ان سننے والوں کے درمیان کوئی نفرت کی خلیج پیدا کریں یا دوریاں پیدا کریں بلکہ ایک قسم کی نصیحت ہوتی ہے۔ ایک مثال کو پیش کرتے ہوئے کہ دیکھو یہ ناپسندیدہ فعل تھا تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے اور اس سے زیادہ چونکہ نیت میں کوئی رخنہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اللہ کے حضور اسے ہرگز غیبت شمار نہیں کیا جائے گا۔ نہ کبھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے غیبت فرمائی۔ پس غیبت کے موضوع پر مختلف احادیث پر نظر رکھ کر جو قطعی نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہے کہ اس نیت سے خواہ برائی تلاش کی جائے یا برائی اتفاقاً نظر کے سامنے آجائے اور پھر اس نیت سے ان باتوں کو دوسروں کے سامنے بیان کیا جائے کہ جس کے متعلق بیان کیا جارہا ہے اس پر بیان کرنے والے کو ایک قسم کی فوقیت مل جائے کہ دیکھو میں اس بات سے بلند ہوں اور نیت یہ ہو دیکھو یہ آدمی کیسا ذلیل ہے اور گھٹیا ہے اور اسکے ساتھ اس بات کا خوف بھی دامن گیر ہو کہ یہ بات اس شخص تک نہ پہنچ جائے۔ یہ خوف دامن گیر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہ چھپ کر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ وہ جب موجود نہیں ہے پیچھے سے ایسا وار کرنا چاہتا ہے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکے۔ اگر یہ نیت ہو تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی مثال دیتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے۔

"ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ"

کیا تم میں سے کوئی شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ تم تو کراہت کرنے لگے ہو دیکھو دیکھو! تم تو یہ بات سنتے سنتے ہی سخت کراہت محسوس کر رہے ہو اب کیسی کراہت جبکہ عملاً اپنی زندگی میں تم نے یہی وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ جب اپنے بھائی یا اپنی بہن یعنی مومن کے تعلقات کی بات ہو رہی ہے، سگے بھائی یا بہن کی بات نہیں، ان کے خلاف جب تم باتیں کرتے ہو تو مردے کا گوشت کھانے والی بات ہے لیکن کراہت کے ساتھ نہیں چسکے لے لے کر۔ تو مثال تو ایک ہی ہے۔ ایک جگہ تم چسکے لیتے ہو ایک جگہ کراہت محسوس کرتے ہو۔ یہ تمہاری زندگی کا تضاد ہے جو درست نہیں ہے۔ حالانکہ دونوں کو ایک ہی پیمانے سے جانچنا چاہئے۔ اس نصیحت اور اس مثال کے بعد پھر بھی انسان غیبت میں مزے اٹھاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ روحانی لحاظ سے بعض باتوں کی کراہت کو جاننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ مثال سنتا ہے ایمان لے آتا ہے اللہ نے فرمایا ٹھیک ہی ہو گا لیکن جہاں تک وہ سوچتا ہے میری ذات کا تعلق ہے مجھے تو مزہ آرہا ہے۔ مجھے تو بھائی کے گوشت والی کراہت اس میں ذرا محسوس نہیں ہو رہی جس کا مطلب ہے اس کا تناظر بدل گیا ہے۔ وہ جس پہلو، جس زاویے سے چیزوں کو دیکھ رہا ہے وہ خدا کا پہلو نہیں ہے، خدا کا زاویہ نہیں ہے۔ پس بیماری محض گناہ کی بیماری نہیں ہے ایک گہرا رخنہ ہے مزاج میں اور ذوق میں۔ اور اس کی اصلاح نسبتاً زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ اگر ایک انسان گناہ سمجھتے ہوئے اس کی بدیوں سے واقف ہوتے ہوئے وقتی طور پر گناہ کے بعض پہلوؤں سے متاثر ہو جائے جن میں کشمکش بھی پائی جاتی ہے تو ایسا شخص بار بار توبہ کرتا ہے اور سنبھلتا ہے مگر غیبت کرنے والوں میں میں نے یہ چیز نہیں دیکھی۔

لوگ بسا اوقات مجھے لکھتے ہیں کہ فلاں ہم سے ایک جرم ہو گیا، فلاں غلطی ہو گئی۔ بعض دفعہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں بعض دفعہ اشارۃً بات کرتے ہیں جو سمجھ میں آجاتی ہیں۔ مگر مجھے یہ یاد نہیں کہ کسی نے کہا ہو کہ مجھ سے غیبت ہو گئی تھی اللہ معاف کرے بڑا گند کیا ہے میں نے، اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھا بیٹھا ہوں اور اب مجھے کراہت اور متلی ہو رہی ہے۔ خدا کے لئے دعا کریں اللہ اس بد نتیجے سے محفوظ رکھے۔ کبھی آپ میں سے کسی کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا ہو تو مجھے بتائے میرے ساتھ نہیں ہوا۔ یہ مطلب ہے میرا کہ ذوق بدل چکے ہیں۔ جہاں ذوق بدل جائیں وہاں گناہ کی نحوست کا احساس نہیں رہتا اور ایک ایسا شخص نصیحت سن کر بار بار وہی ٹھوکر کھاتا ہے۔ لیکن اگر وہ خود اپنے آپ کو اس بھائی کی جگہ رکھے جس کا گوشت کھایا جارہا ہے۔ پھر شاید وہ اس بات کو بہتر سمجھتا ہو اور اس شرمندگی کو یاد کرے جب ایسا شخص جس کی غیبت ہو رہی ہے اچانک کمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ کیسے کھسیانی ہنسی ہنستے ہیں وہ سارے مجلس والے، کیسے پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کا تاثر غلط ثابت کرنے کے لئے پھر جھوٹ بولنے لگ جاتے ہیں۔ ہم تو یہ کہہ رہے تھے، ہم تو وہ کہہ رہے تھے اور پھر جب الگ ہوتے ہیں تو پھر آپس میں خوب ہنستے ہیں اور شرمندگی کی ہنسی کہ ہم سے آج خوب ہوا جس کی باتیں کر رہے تھے وہی پہنچ گیا۔ یہ سب جرم کی نشانیاں ہیں۔ ان کا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ جرم کر رہے تھے ورنہ یہ حرکتیں نہ ہوتیں۔ بعض دفعہ ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی کے متعلق بات کر رہا ہے مگر نیت اور ہے پاک نیت سے سمجھانے کی خاطر کر رہا ہے۔ وہ پیچھے بیٹھا سن رہا ہے، علم میں بھی آجائے تو خجالت نہیں ہوتی بلکہ انسان چونکہ اچھے رنگ میں، نیک نیت سے بات کر رہا ہے اس کو شرمندگی محسوس نہیں ہوتی۔ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں مگر یہ بات واقعہ ہے درست ہے۔ اور اس چیز کا قطعی یقین کہ یہ بات اس وقت نیت میں گناہ نہیں ہوتا یا اس وقت وہ غیبت نہیں کر رہا ہوتا یہ بات درست ہے آسانی سے مل جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے دفاع میں کچھ نہیں ایسی بات کہہ سکتا جو اس کے بیان کو غلط کہے اور چونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے تعلق مجھ سے درست ہیں اور نیت بگڑی ہوئی نہیں ہے اس لئے اس کے نتیجے میں نفرت اور دوری بھی پیدا نہیں ہوتی۔

پس دو طرح سے غیبت کا احتمال ہے۔ ایک ہے بدنیتی کے ساتھ حملہ کرنے کی خاطر، جھوٹی بات کرنا ایک سچی بات کو بدنیتی سے دشمنی کے نتیجے میں پھیلانا۔ جو جھوٹی بات ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک ظن ہے ظن کے پردے میں شک کا فائدہ اپنے لئے اٹھاتے ہوئے کہ شاید سچ ہو اس لئے میں جھوٹ نہیں بول رہا یہ حصہ ہے جو غیبت سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ جو واضح جھوٹ بولا جارہا ہے اسے غیبت نہیں کہتے اس کا کچھ اور نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مسلم کتاب البر میں یہ درج ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیھم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کا اس کی پیٹھ کے پیچھے اس رنگ میں ذکر کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا۔ عرض کیا گیا اگر وہ بات جو کہی گئی ہے سچ ہو اور میرے بھائی میں موجود ہو تب بھی یہ غیبت ہوگی۔ آپ نے فرمایا اگر وہ عیب اس میں پایا جاتا ہے جس کا تم نے اس کی پیٹھ پیچھے ذکر کیا ہے تو یہ غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات جو تو نے کہی ہے اس میں پائی نہیں جاتی تو یہ بہتان ہے، جو اس سے بڑا گناہ ہے۔ بہتان تراشی معصوم پر تو ایسا سخت گناہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کی بہت سخت سزا مقرر فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ تو دونوں صورتوں میں جواز کوئی نہیں رہتا۔ اگر سچ ہے تو غیبت ہے۔ جھوٹ ہے تو بہتان ہے، اس سے بھی زیادہ بڑا گند۔ اگر سچ ہے تو غیبت ہے ان معنوں میں کہ بھائی مرچکا اور مرے ہوئے بھائی کو ڈیفینس کا موقع نہیں دیا گیا۔ اس کی عدم موجودگی میں اس پر حملہ کیا گیا گویا اس کا گوشت کھایا گیا اور اس کے مزے اڑائے گئے۔ اور بہتان کا مطلب ہے کسی کو قتل کر دینا یعنی روحانی دنیا میں بہتان قتل کے مشابہ ہے تو یہ تو Murder کا گناہ ہے۔ جو مرے ہوئے کے گوشت کھانے سے زیادہ مکروہ تو نہیں مگر زیادہ بڑا ظلم ضرور ہے اور زیادہ قابل مؤاخذہ ہے۔

پس کوئی بھی بہانہ بنایا جائے اگر غیبت کرتے ہیں اور چسکا پڑتا ہے اس کے لطف اٹھائے جاتے ہیں اور اپنے کسی بھائی کو کم نظر سے دیکھا جارہا ہے، اس کی ہنسی اڑائی جارہی ہے، اس کو ذلیل کیا جارہا ہے اور ایسی باتیں کی جارہی ہیں کہ جب وہ آجائے تو زبانیں گنگ ہو جائیں اور مجال نہیں کسی کی کہ وہ باتیں ان کے سامنے بیان کر سکے تو یہ ساری غیبت ہے۔ غیبت میں تھوڑی اور کم اور زیادہ کے بہت فرق ہیں، بڑی منازل ہیں۔ بعض دفعہ غیبت ہی ہوتی ہے مگر نیتوں میں چونکہ فتور نہیں ہوتا اس رنگ میں بات کی جاتی ہے کہ سننے والے سارے جس شخص کے متعلق بات ہو رہی ہے اس سے دور نہیں ہٹتے وہ بات سن کر بلکہ ان سب کا قدرتی، طبعی اپنا نتیجہ یہ ہوتا ہے وہ خبر نہیں ہوتی بلکہ ایک تبصرہ ہے جس میں وہ مجلس شریک ہے۔ وہ تبصرہ اور اس خبر میں ایک فرق ہے حالانکہ دونوں غیبت کے قریب قریب ہیں۔ اس لئے یہ مضمون باریک بھی ہے اور منتشر بھی ہے لیکن جہاں تک معاشرے کی اقدار کی حفاظت کا تعلق ہے یہ بہت ہی اہم مضمون ہے۔ اس کو اگر آپ نے نہ سمجھا اور اس کا حق ادا نہ کیا تو بارہا آپ نفرتوں کا بیج بونے کے ذمہ دار ہونگے۔ بارہا اپنے معصوم بھائیوں کے ساتھ منافقانہ تعلق رکھ رکھ کر آپ ایک منافق انسان بن جائیں گے۔ اور منافقت جب ایک جگہ پیدا ہو جائے تو دوسری جگہ

بھی اس کے پیدا ہونے کے احتمال پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو شخص عادتاً منافق ہو جائے، عادتاً منافق بنانے کے لئے غیبت اس کا سب سے بڑا مددگار ہو جاتی ہے، عادتاً منافق ہو جائے یعنی کسی کے متعلق باتیں کرنا پیٹھ پیچھے اور اس کے سامنے ایسا تاثر پیدا کرنا کہ گویا وہ جو باتیں کہہ رہا تھا اس کے برعکس اس کے متعلق انداز ے رکھتا ہے۔ نظریات و تعلقات اس سے بالکل مختلف ہیں یہ منافقت ہے۔ اور منافقت اگر انسانوں میں پیدا ہوتی ہے تو وہ پھر رفتہ رفتہ دین میں بھی داخل ہوتی ہے۔ منافقت نظام جماعت میں بھی پیدا ہوتی ہے اور اپنے صدر، اپنے قائد، اپنے زعیم، اپنے امیر، اپنے دوسرے عہدیداروں سے بھی پھر یہ منافقانہ سلوک شروع ہو جاتا ہے اور وہ غیبت جو فرد کی ہوتی تھی وہ نظام کی بن جاتی ہے۔ اور نظام کی غیبت اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ اس میں خدا کے کام کرنے کی طبیعتیں اچاٹ ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ غیبت جب ان کی کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں اچھا پھر یہ دین ہے تو ہم الگ ہو جاتے ہیں۔ اپنا سب کچھ گنوا بیٹھتے ہیں اور اس کے ذمہ دار وہ ظالم ہیں جو پہلے افراد کی غیبت پر جرات کرتے ہیں، بے باکی دکھاتے ہیں۔ پھر طبعی طور پر ان کے اندر منافقت پیدا ہوتی ہے اور منافقانہ رنگ میں وہ جماعت پر بھی حملے کرتے ہیں اور نظام جماعت چلانے والے ذمہ دار افسران پر بھی حملے کرتے ہیں۔ اور ہر جگہ آپ یہ قدر مشترک دیکھیں گے کہ نفرت پہلے ہے اور غیبت بعد میں ہے۔ محبت اور غیبت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ پیار اور خلوص کا تعلق اور غیبت کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔

پس کئی طرح سے ہم غیبت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ان میں ایک یہ مثبت طریق ہے کہ اپنے تعلقات کو دوسروں سے محبت کے رشتوں سے استوار کریں اور نظام جماعت سے بھی محبت پیدا کریں اور جو نظام جماعت چلانے والے ہیں ان سے بھی ادب اور محبت کا رشتہ باندھیں یہ سوچ کر کہ ہم تو آزاد ہیں بہت سا ہمارا اپنا وقت اپنے ذاتی معاملوں میں خرچ ہو رہا ہے یہ شخص دین کی خاطر بندھا ہوا ہے۔ اس سے تعلق رکھنا اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کا موجب ہو گا۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گا کیونکہ ہم خدا کی خاطر اس سے تعلق رکھ رہے ہیں۔ یہ اگر سوچ کر بالارادہ انسان اپنی اپنی جماعت میں اپنے عہدیداروں کا احترام کرے خواہ وہ چھوٹے ہوں اور ان سے محبت کا طریق اختیار کرے خواہ ان سے محبت پیدا نہ ہوتی ہو۔ مگر بعض دفعہ احترام محبتوں میں بدل جاتے ہیں اور بعض دفعہ محبتیں احترام پیدا کرتی ہیں یہ دونوں طبعی ایک دوسرے کے ساتھ لازم [illegible] تو ان معنوں میں وہ بے ساختہ، بے اختیار محبت نہیں جو [illegible] سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ محبت جو بعض حسینوں کے تعلق اور واسطے سے پیدا [illegible]وتی ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ اگر کسی شخص سے محبت ہے تو اس سے تعلق والوں سے بھی ایک محبت ہوتی ہے۔ وہ ذاتی طور پر محبت کا مستحق نہ بھی ٹھہرے لیکن جس حسین کی یاد سے وابستہ ہے اس کے ساتھ محبت ہونا ایک طبعی امر ہے۔ چنانچہ مجنوں کے عشق کی دلیل میں سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ مجنوں کو لیلیٰ کے کتے سے بھی پیار تھا۔ اور یہ امر واقعہ ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب محبت پاگل ہو جائے، اتنی بڑھ جائے کہ اس میں دیوانگی آ جائے تو ایسے شخص سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے اور اس پر انسان کا اختیار نہیں رہتا۔ تو جب میں محبت کہہ رہا ہوں تو آپ کو کوئی منافقت کی تعلیم نہیں دے رہا۔ میں آپ کو گہری حقیقت بتا رہا ہوں کہ محبت حقیقتاً واسطہ بالواسطہ بھی اپنے اثر دکھاتی ہے اور جلوے دکھاتی ہے۔ اسی لئے میں نے کئی دفعہ آپ کے سامنے صحابہ کی مثال رکھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کو جو عشق تھا آج بھی بہت دعویدار ہیں مگر وہ شکلیں ہی اور تھیں، وہ صورتیں ہی مختلف تھیں، سراپا عشق تھے ان کی آنکھوں سے محبت برستی تھی۔ ان کے چہروں سے، ان کی کھالیں، ان کی جلدیں بولتی تھیں اور ایسے پگھلے ہوئے رہتے تھے کہ وہ سارا وجود ان کا اس محبت میں مخمور اور سراپا گداز رہتا تھا۔ اسی لئے بچپن میں ہمارے لئے بڑی شرمندگی کے سامان ہوتے تھے۔ ہم جانتے تھے کہ ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ کوئی بزرگ صحابی آیا ہے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور ہاتھ زبردستی کھینچ کر پیار کیا اور اس وقت سمجھ نہیں آتی تھی شرمندگی سے ہم بھاگتے تھے لیکن بعد میں جب سوچا تو پتہ چلا یہ مسیح موعود علیہ السلام کا عشق تھا جو یہ جلوے دکھا رہا تھا اور اس وقت ہمارا زبردستی ان سے کرنا ان کے اخلاص کے ایک خاص حد تک پہنچے ہوئے ہونے کی وجہ سے ان پر زیادتی بن جاتا تھا۔ تو یہ چیزیں مصنوعی نہیں ہیں یہ عشق کے طبعی نتائج ہیں۔

اور میں جب کہتا ہوں کہ محبت نظام جماعت والوں سے بھی پیدا کرو تو مصنوعی طریق کی محبت نہیں کہہ رہا۔ آپ خدا سے جب محبت زیادہ کریں گے تب یہ محبتیں پیدا ہوں گی۔ اگر اللہ سے سچا عشق ہے اور حضرت محمد رسول اللہؐ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس درجہ بدرجہ تعلق کے نتیجے میں عشق ہے تو آپ کے نظام سے بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ نظام جو وابستہ ہو اس طرف اس سے انسان بے اعتنائی یا تکبر کی راہ اختیار کرے اور اپنی زبانیں بات بات پر کھولے اور بدتمیزی کے جملے ان کے متعلق کہے اور تمسخر کرے اور پھر غیبت کرے اور نظام جماعت کے اوپر تبصرے کرتے ہوئے لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر یہ کہے جی فلاں جی ہم نے دیکھ لیا امیر صاحب کو۔ یہ ان کا حال ہے۔ ان کے بیٹے کا یہ حال ہے۔ ان کی بیٹی ایسی تھی اور سارے مل کر بیٹھ رہیں اور گویا کہ اس طرح امیر کے بد ہونے سے وہ لوگ خدا کی نظر میں پاکباز ہو رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اپنے جس مقام پر بھی فائز تھے اس سے بھی گرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ بغاوت بھی پیدا ہوتی ہے۔ بہتان تراشی بھی شامل ہو جاتی ہے۔ یہ ملتی جلتی بیماریاں ہیں۔ اکٹھی چلتی ہیں اس لئے غیبت کو کوئی معمولی بات نہ سمجھیں غیبت سے کلیتہً اجتناب کریں اور اس کا ایک طریقہ اپنے محبت کے دائرے کو وسیع کرنا ہے۔

جہاں تک نظام جماعت کا تعلق ہے اللہ کے حوالے سے محبت وسعت اختیار کرتی ہے اور یہ بڑی واضح بات ہے لیکن جہاں تک عامۃ الناس کا اور احمدیوں کا تعلق ہے وہ بھی اسلام کے حوالے سے وسیع دائرے میں لازماً محبت سے تعلق رکھنے والا مضمون ہی رہتا ہے اور اس وسیع دائرے میں محبت اثر دکھاتی ہے۔ چنانچہ بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی نصیحتوں میں مسلمان کا ذکر کیا ہے۔ مسلمان سے مسلمان کو یہ نہیں ہوتا، مسلمان سے مسلمان کو یہ نقصان نہیں ہو سکتا۔ پہلے مجھے تعجب ہوا کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ تو رحمۃ للعالمین ہوتے ہوئے صرف مسلمانوں کا فیض مسلمانوں کے حوالے سے کیوں بیان فرماتے ہیں۔ لیکن جب مزید غور کیا اور اس مضمون میں ڈوب کر دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ ایک بہت ہی پیارا انداز مسلمانوں کو نصیحت کرنے کا ہے۔ اس محبت کے حوالے سے جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے رسول کی نظر میں لازماً ہونی چاہئے اور یہ محبت کا رشتہ مسلمانوں سے باہر نسبتاً کمزور ہو جاتا ہے۔ رہتا تو ہے مگر نسبتاً کمزور۔ اس لئے جب نصیحت کی جائے تو زیادہ قوی رشتے کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ پس یہ نہیں فرما رہے کہ تم سے مسلمانوں کو گزند نہیں پہنچنا چاہئے بلکہ فرما رہے ہیں کہ دیکھو مسلمانوں سے گزند پہنچنے کا تمہارے ساتھ تو کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، ناممکن ہے۔ پس اگر یہ کرتے ہو تو یہ گناہ ہے۔ تم خود مسلمان نہیں رہتے اگر تم سے مسلمان ہوتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو یہ ہرگز مراد نہیں کہ غیروں کو پہنچایا کرو۔ بلکہ وہ حدیثیں اور ہیں ایسی بھی احادیث ہیں جن میں اسلام کے حوالے کے بغیر بنی نوع انسان کے حقوق بیان کرتے ہوئے صرف ان کے نہیں بلکہ جانوروں کے حقوق بیان کرتے ہوئے جانوروں سے بھی رحم اور شفقت کے سلوک کی ہدایت ہے۔

ایسی ایسی نصیحتیں ہیں کہ جس میں ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اونٹنی جس پر تم ظلم کرتے ہو اس کے تم جوابدہ ہو گے قیامت کے دن۔ یہ تمہارے خلاف واویلا کر رہی ہے اور اس نے آزاد کر دیا اس اونٹنی کو اور توبہ کی۔ آزاد کر دیا ان معنوں میں کہ کہا بے شک میری طرف سے نکل جائے جنگل میں پھرے میں اس پر اب کوئی ظلم نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر یہ نہ کرتے تو تم خدا کی پکڑ کے نیچے تھے۔ ایک پرندے کی دردناک آواز سن کر آپ بے چین ہو جاتے ہیں، خیمے سے باہر آ جاتے ہیں کس نے وہ مادہ پرندہ تھی اس مادہ پرندے کو دکھ دیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کسی نے اس کے انڈے اٹھا لئے ہیں یا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے اور واقعتہً یہی بات نکلی اسے واپس گھونسلے میں رکھوایا تو پھر آپ کو چین آیا۔ یہ ہیں محمد رسول اللہ رحمۃ للعالمین۔ اس لئے رحمۃ للعالمین کے مضمون سے ہٹ کر آپ کی کسی حدیث کا کوئی ترجمہ درست نہیں ہو گا۔ پس جب مسلمان کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو اسلام جو باہمی اخوت و محبت پیدا کرتا ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی تربیت کی ایک بہت ہی حکیمانہ

کوشش فرماتے ہیں۔ پس اس پہلو سے جب ہم وسیع دائرے میں جاتے ہیں تو غیبت کا مضمون بھی اس دائرے میں ہمیں اسی طرح قابل توجہ دکھائی دیتا ہے جیسا نسبتاً اندرونی دائرے کے۔ مثلاً نظام جماعت ہی کا تعلق نہیں رہتا بلکہ غیبت عام مسلمان کی کسی کی کرنا بھی اتنا ہی بڑا جرم اور بھیانک جرم ہے۔ اتنا بڑا نہ سہی تو ایک بھیانک جرم ہے جو بڑے جرم میں تبدیل ہو سکتا ہے اور پھر اس تعلق سے بھی وہی طریق اختیار کریں۔ یعنی اپنی محبت کو جو مسلمان سے مسلمان کو پہنچنی چاہئے کسی مسلمان کو محروم نہ کریں اور اس حوالے سے اللہ اور رسول کی محبت کا تصور کر کے مسلمانوں پر محبت کا سایہ عام کریں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے مسلمانوں کو پہنچتا تھا۔ ان سے آپ براہ راست محبت نہ سہی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے تو عشق کا دعویٰ ہے۔ اگر آنحضورؐ سے محبت کا دعویٰ ہے تو آپ کے متعلق تو قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے "بالمومنین رؤوف رحیم" یہ وہ رسول ہے جو مومنوں کے لئے رؤف ہے یعنی خدا کی صفت رؤوف آپ کے متعلق بیان فرمائی گئی۔ غیر معمولی نرمی رکھنے والا اور پیار اور شفقت اور رافت کا سلوک کرنے والا۔ رحیم پھر اس کا رحم ختم ہی نہیں ہوتا۔ بار بار ان کے لئے رحم جلوہ گر ہوتا ہے اور بار بار ان کے لئے رحم جوش مارتا ہے۔ تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے محبت ہے تو جس سے آپؐ کو محبت ہے اس سے بھی محبت ہونی چاہئے اور محبت ہو تو چغلی نہیں رہ سکتی یہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

اگر غیبو بت میں کوئی بات ہوئی بھی ہے تو کچھ اور اعلیٰ مقاصد کی خاطر ہوگی مگر چغلی کی خاطر نہیں ہوگی جیسا کہ میں نے مثال دی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے آپ کی زوجہ مطہرہ نے سوال کیا یا رسول اللہؐ آپ چغلی فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے جو کہا ہے وہ چغلی نہیں ہے۔ کیونکہ آپ اپنے دل کی اندرونی تہہ بہ تہہ حالتوں پر نظر رکھتے تھے، جانتے تھے کہ کہیں بھی پوشیدہ محرکات میں کوئی رخنہ نہیں ہے، کوئی نیت کی ایسی خرابی نہیں جس کا تعلق کسی سے نفرت سے ہو یا کسی پر تفاخر کرنے سے ہو بلکہ بعض مقاصد کی خاطر بعض دفعہ کسی کی غیبو بت میں بھی بعض باتیں کرنی پڑتی ہیں اور وہ بالکل اور مقصد ہے وہ کوئی مجلسی شرارت نہیں ہے۔ تو ان باتوں کو الگ رکھتے ہوئے میں بیان کر رہا ہوں کہ جس سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پیار تھا اگر آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پیار ہے تو آپ کو بھی ویسا پیار کرنے کی کوشش تو کرنی چاہئے اور اس حوالے سے سارے مسلمان آپ کے رؤوف اور رحیم بننے کے منتظر بیٹھے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں آپ ان سے رؤوف اور رحیم والا سلوک کریں کیونکہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ رؤوف اور رحیم کے عاشق ہیں۔ پس اس پہلو سے اگر آپ اپنے تعلقات کو خیر کے پہلو سے وسیع کریں گے تو آپ کی خیر سب مسلمانوں پر سایہ فگن ہو جائے گی اور اس سائے کے نیچے غیبت کا پودا پنپتا ہی نہیں ہے۔ بعض پودے ہیں جو بعض سایوں کے نیچے مر جاتے ہیں پس غیبت کا پودا بھی رافت اور رحمت کے سائے تلے پرورش نہیں پا سکتا۔ پس ایک یہ بھی طریق ہے۔

پھر اور وسیع کر دیں اور بنی نوع انسان تک اس کی وسعت دے دیں تو اس کے نتیجے میں رحمۃ للعالمین کا تصور ہے جو آپ کو بنی نوع انسان کے لئے محبت رکھنے پر بے اختیار کر دے گا۔ بے اختیار میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہاں بھی مصنوعی محبت کی بات نہیں میں کر رہا مصنوعی محبت کوئی چیز نہیں ہے۔ مصنوعی محبت ایک منافقانہ تصور ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن حقیقی محبت بنی نوع انسان سے پیدا ہونا یہ بہت گہرے، ایک قسم کے جہاد کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اب لفظ جہاد اور محبت میں بظاہر کوئی جوڑ نہیں لیکن میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جو طبعی پیار بنی نوع انسان سے تھا چونکہ وہ اللہ کی محبت سے براہ راست پھوٹ رہا تھا اس لئے اس میں کسی جہاد کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن عام انسان جو ان باتوں سے دور ہو اسے اس لئے جہاد کی ضرورت رہتی ہے کہ اسے محسوس ہو گا کہ میری ابتدائی بنیادی محبت میں رخنہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے سچے تعلق استوار کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے وہ سچا محبت کا تعلق رکھنا جو از خود دوسری محبتوں پر اثر انداز ہو جائے اور اس کا فیض عام ہو جائے یہاں تک کہ تمام بنی نوع انسان پہ پھیل جائے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اس کے لئے اپنی محبت پر نظر رکھتے ہوئے، اس کی خامیوں پر نگاہ کرتے ہوئے، انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اعلیٰ درجے کا مزاج اور ذوق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اعلیٰ درجے کے مزاج اور ذوق کے بغیر نہ اللہ سے محبت ہو سکتی ہے نہ اللہ کے رسول سے محبت ہو سکتی ہے۔ اگر ذوق بگڑے ہوں تو محبوب بھی بگڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ ایک قدرتی بات ہے جسے نظر انداز کر کے بسا اوقات آپ اپنے اندرونی مسائل کا حل بھی تلاش نہیں کر سکتے۔ سوچتے ہیں کہ میں اللہ سے بڑی محبت کی کوشش کرتا ہوں، دعائیں بھی کرتا ہوں، مزہ نہیں آتا۔ نہ نمازوں میں، نہ نیکیوں میں اور میری کیوں نہیں سنی جاتیں۔ ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کا ذوق بگڑا ہوا ہو اور ذوق بگڑنے کے نتیجے میں آپ کا ذہن ہمیشہ بعض دنیا کی ایسی لذتوں میں مگن رہے جو آپ کو طبعاً اچھی دکھائی دیتی ہیں اور خدا کی محبت کا یا نیکی کا ذوق نہیں پیدا ہوا۔ جب یہ ذوق ٹھیک نہیں ہو گا تو محبت فرضی رہے گی۔ دعوے کی حد تک رہتی ہے طبعی قوت کے طور پر دل سے پھوٹتی نہیں ہے۔ اور اس کے بغیر آپ کی اصلاح ممکن نہیں اور غیبت کا مسئلہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اتنا آسان نہیں جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ جب تک آپ کا ذوق درست نہیں ہوتا اور خدا کی وہ محبت دل میں پیدا نہیں ہوتی اور وہ نظر آپ کو عطا نہیں ہوتی جس نظر سے خدا اپنے بندوں کو دیکھتا ہے اس وقت تک آپ کو پتہ ہی نہیں لگے گا کہ آپ غیبت کرتے ہیں تو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہیں اور اس سے کراہت کا نہ ہونا آپ کے بگڑے ہوئے ذوق کی نشانی ہے۔

پس اتنی کھلی کھلی ایک نشانی ہمارے ہاتھ میں تھما دی گئی ہے کہ اس کسوٹی پر اپنی اندرونی حالتوں کا جائزہ لینا ایک فرضی بات نہیں رہی بلکہ ایک یقینی حقیقت بن چکا ہے۔ پس جس جس حد تک ہم اس کسوٹی کے ظاہر کردہ نتیجے کی رو سے ناکام ہو رہے ہیں اس حد تک ہمیں اپنی فکر کرنی چاہئے۔ یہ کسوٹی گویا کہ جھوٹ نہیں بولتی۔ پس اپنے ذوق درست کریں تو پھر آپ کو خدا سے محبت ہوگی۔ اپنے ذوق درست کریں پھر آپ کو رسول سے محبت ہوگی۔ اپنے ذوق درست کریں تب گناہوں سے دوری ہو سکتی ہے اور نیکیوں سے پیار ہو سکتا ہے ورنہ نہیں ہو سکتا۔

پس غیبت کے حوالے سے میں اگلا آپ سے تقاضا یہ کرتا ہوں کہ اپنے دل کا یہ جائزہ لیں کہ آپ کو غیبت میں کتنا مزہ آ رہا ہے۔ اگر ایک دم یہ نہیں چھٹتی منہ سے تو رفتہ رفتہ آپ جائزہ لیں تو آپ کے دل میں اس کا شوق ذوق کم ہوتا چلا جا رہا ہے کہ نہیں۔ اگر کم ہو رہا ہے تو شکر ہے آپ بچ رہے ہیں۔ آپ روبصحت ہیں۔ اگر زور لگا کر نصیحت سن کر آپ کہتے ہیں اب میں نے غیبت نہیں کرنی اور پھر کرتے ہیں اور مزہ اتنا ہی ہے تو اس کا مطلب ہے آپ کی اصلاح کوئی نہیں ہوئی۔ زبردستی تعلق کاٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور جو طبعی رجحانات ہیں ان کے رستے زبردستی بند نہیں ہوا کرتے کچھ دیر تک ہونگے پھر وہ کھل جاتے ہیں اور پہلے سے بڑھ کر بعض دفعہ وہ بدیوں کا سیلاب پھوٹ پڑتا ہے اس لئے غیبت کے معاملے کو اہمیت دیں اور اس گہرائی سے دیکھیں جس طرح میں نے آپ کے سامنے اس کو کھول کر بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یقین کریں کہ اگر ہم بحیثیت جماعت غیبت سے مبرا ہو جائیں تو ہمارا نظام بھی محفوظ ہو جائے گا۔ ہمارے معاشرتی تعلقات بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ ہمارے اندر جتنی رخنہ پیدا کرنے والی باتیں ہیں وہ اگر سب دور نہیں ہوتیں تو ان میں غیر معمولی کمی پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ بد نتائج جو روزانہ شادیوں کی ناکامی کی صورت میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں ان پر بھی غیر معمولی مثبت اثر ظاہر ہو گا۔

اب آپ گھروں کا تصور کریں۔ ہر گھر میں میں جا تو نہیں سکتا میری سوچ جا سکتی ہے اور میں سمجھ لیتا ہوں کس مزاج کے لوگ کیسی باتیں کرتے ہوں گے۔ کہیں بھائی کے خلاف نندیں اکٹھی ہوئی ہیں اور الگ مجلس لگی ہے ساس کے ساتھ اور اس میں بھائی کو بھی اگر وہ بے غیرت ہو اور اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے نہ جانتا ہو اس کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے اور خوب اس پہ مذاق اڑائے جاتے ہیں۔ یہ بھونڈی اس نے وہاں حرکت کی اس نے وہاں وہ حرکت کی اور سمجھتے ہیں کہ اب اس کو سمجھ آئے گی کہ ہم کون ہیں اور یہ کون ہے۔ اب یہ سارا ظلم ہی ظلم ہے، فساد

ہی فساد ہے اور غیبت بھی ہے اور اس میں اور بھی کئی قسم کے بہیمانہ مظالم شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی بہو بے چاری سے غلطی ہو بھی گئی اور تمہیں اس سے وہ سچی ہمدردی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تعلق کے نتیجے میں ہونی چاہئے تو تم اس کا آئینہ بنو گے۔ علیحدگی میں پیار سے اسے سمجھاؤ گے اور اس کی تکلیف خود محسوس کرو گے۔ ہنسی اور تکلیف اکٹھے نہیں ہوا کرتے۔ اگر شرمندگی ہے تو بعض دفعہ غصے میں تبدیل ہو جاتی ہے مگر باتوں کے چسکے میں تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ یہ تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے تلاش تھی کہ اس سے کوئی غلطی ہو پھر ہم ایکا کریں اور پھر ہم اس پر ہنسیں اور اس کا مذاق اڑائیں اور اس کے خاوند کو ذلیل کریں اور وہ پھر غصے میں آکر اس کے بال نوچے اس پر زیادتی کرے پھر ہمارے دل کو ٹھنڈ پڑے۔ سفر کا آغاز ہی نفرتوں سے ہے۔ سفر کا آغاز ہی مکروہ اور ذلیل سفر کا آغاز ہے۔ ایک بہیمانہ حملے کی نیت سے سارا سفر شروع ہوا اور ساری کاروائیاں ہوئیں اور پھر یہ سمجھتے ہیں ہم جیت گئے۔ ہم نے اس ایک لڑکی کو مغلوب کر دیا اور اس کے خاوند کو اپنے لئے چھین لیا۔ حالانکہ سارا نہایت ہی مکروہ گناہ ہے۔ اگر محبت ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے تو یہ آواز کانوں میں گونجے کہ "المسلم مراۃ المسلم" کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔

تو میں نے پہلے بھی بتایا آئینہ تو شور نہیں ڈالتا آئینہ تو جس کی بدصورتی دیکھے دوسرے آدمی کو یہ نہیں کہتا کہ یہ کتنا بدصورت شخص تھا جو مجھے دیکھ کے گیا ہے۔ میرے اندر اپنا منہ دیکھ کے گیا ہے۔ مگر جب بھی کوئی آئینہ دیکھے اس کو ضرور بتاتا ہے مگر ادب اور خاموشی کے ساتھ یہاں تک کہ آئینے پر غصہ نہیں آتا۔ تو بہت سی اس کی پرحکمت باتیں ہیں جن کے متعلق میں ایک دفعہ ایک خطبے میں بیان کر چکا ہوں۔ ان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انہیں دہراؤں گا نہیں کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سچی محبت ہو تو یہ آواز کانوں میں گونجے گی اور آپ آئینہ بننے کی کوشش کریں گے اور اس بے چاری کو علیحدگی میں سمجھائیں گے کہ تم نے وہ بات کی تھی اس پر ہمیں بھی شرمندگی ہوئی اور تمہارا مقام بھی دنیا کی نظر میں گرا ہے تو یہ مناسب نہیں تھا۔ تو اگر سچی ہمدردی کے ساتھ، سچے دل کی ہمدردی سے بات کی جائے تو فائدہ ہوتا ہے اور معاشرہ سنورتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہمیشہ رخ بھابیوں کی طرف ہی ہو اور بہوؤں کی طرف ہو۔ بعض بہوؤں کا رخ خاوند کی بہنوں اور اس کی ماں کی طرف بھی رہتا ہے۔ وہ جرم جوان کے خلاف ہوتے ہیں بعض دفعہ وہ دوسروں کے خلاف بھی کرتی ہیں اور ان کو شوق ہوتا ہے کہ اپنے خاوند کو سب سے کاٹ کر الگ کر دیں اور پھر ان کو چین ملتا ہے جب وہ اپنے ماں باپ سے تعلق توڑ لے اپنی بہنوں بھائیوں سے تعلق توڑ لے اور اس کے ماں باپ اور اس کے بہن بھائیوں کا ہو کر رہ جائے۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ نہیں جو کبھی کبھی ہوتا ہو یہ روزمرہ دیکھنے میں آتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے جب شادی کا مضمون بیان فرمایا تو اس طرح بیان فرمایا کہ دونوں کے ماں باپ ایک ہو چکے ہیں۔ رحموں کے تعلق کا ذکر فرمایا جو دونوں طرف برابر ہے۔ پس اس پہلو سے ہمیں معاشرے کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور یہاں بھی غیبت بہت بداثر دکھاتی ہے خواہ بہو کی غیبت اس کی نندیں اور اس کی ساس کر رہی ہوں یا خاوند سے ان کی غیبت ہو رہی ہو اور بار بار یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جائے کہ میں تو مظلوم ہوں یہ مجھ سے اس طرح سلوک کرتے ہیں، اس طرح مجھ پر ہنستے ہیں اور یہ مجھ سے حرکت کی گئی ہے اور علیحدگی میں اس رنگ میں کریں کہ جس کی اصلاح کرنی چاہئے اس کو تو پتہ ہی نہیں اور جس کی شکایت کی جا رہی ہے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو رہی ہے اور اشتعال پیدا ہو رہا ہے تو یہ پھر کوئی مبارک کوشش نہیں ہے اس سے تو معاشرہ برباد ہو جاتا ہے۔

تو اسی مضمون کو یعنی غیبت سے بچنے کے مضمون کو اگر اللہ اور اس کے رسول سے تعلق کے حوالے سے دیکھیں تو یہ کام آسان ہو جائے گا۔ بعض دفعہ یہ دونوں قسم کے لوگ دینی لحاظ سے اتنے گئے گزرے نہیں ہوتے یعنی ان کے ہاں ایسی کمپارٹمنٹس (Compartments) بن جاتی ہیں کہ بیماری ایک طرف چاردیواری میں بند پڑی ہے اور باقی چاردیواری صحت مند ہے۔ بعض دفعہ Confine ہو جاتی ہے بیماری کسی ایک عضو میں۔ تو یہ مطلب نہیں کہ سارا جسم ہی یقیناً کلیتہً گندا اور صحت سے عاری ہو چکا ہے ایسے لوگوں میں نیکی بھی پائی جاتی ہے، عبادتیں بھی پائی جاتی ہیں، دعاؤں کے خط بھی لکھتے ہیں اللہ سے ہمیں محبت پیدا ہو، رسول سے محبت پیدا ہو، دین کی خاطر زیادہ قربانیاں کرنے والے ہوں۔ اور بعض بیویاں اپنے خاوندوں کے متعلق بھی لکھتی ہیں کہ یہ برائی تو ہے لیکن ویسے بڑا نیک ہے، نمازی ہے، دیندار ہے، نظام جماعت کا بڑا احترام کرتا ہے تو آپ اس کو کہیں گے تو مان جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بیماری ضروری نہیں کہ سارے نظام جسم پر قبضہ کر چکی ہو بعض حصوں میں رہتی ہے بعض میں نہیں رہتی۔ ان کے لئے صحت کا زیادہ امکان ہے جن کا کینسر بعض چھوٹے اعضاء تک محدود ہے اس کے بیج باقی جسم پر پھیلتے نہیں ہیں اور باقی جسم کو اگر بیدار کیا جائے تو وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے تو اللہ اور رسول کی محبت جسم کے دوسرے گوشوں میں پائی جاتی ہے تو جو بیمار حصہ ہے اس کے حوالے سے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ آپ سوچیں بھی جو حرکتیں کر چکے ہیں یا کرنے کو دل چاہتا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس کو پسند فرماتے۔ کیا آپ کے نزدیک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خدا کا مزاج سمجھا اور اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالا اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے اگر نہیں تو پھر یہ دعائیں کرتے ہو خدا کی محبت کی وہ کس کھاتے میں جائیں گی۔

باتیں وہ جن کے متعلق غور کرنے کے بعد پتہ چلا کہ خدا کو بھی ان سے نفرت ہے، خدا کے رسول کو بھی نفرت ہے اور دعائیں یہ کہ اے اللہ اپنی محبت عطا کر جس سے تو محبت کرتا ہے۔ اس کی محبت عطا کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ اس کی محبت عطا کر جو باتیں تیری محبت دل میں پیدا کرتی ہیں ان کی محبت عطا کر اپنی محبت کو اتنا بنا دے کہ جیسے پیاسے کو پانی کی محبت ہو جاتی ہے۔ یہ دعائیں ہیں اور وہ حرکتیں لاشعوری طور پر بغیر سوچے سمجھے بھی بعض دفعہ جاری رہتی ہیں جو خدا کی محبت کے منافی ہیں اس کو قطع کرنے والی ہیں۔ اب جو میں کہتا ہوں قطع کرنے والی ہیں تو بعینہ یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمائی ہے جو تم قطع رحمی کرو گے تو اللہ سے قطع تعلق کر لو گے۔ تو یہ ساری قطع رحمی کی مثالیں میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں خواہ بہو خاوند کے تعلق سے باقیوں سے قطع رحمی کا معاملہ کرے، قطع رحمی پیدا کرنے کی کوشش کرے یا دوسرے رشتہ دار بہو کے تعلق میں قطع رحمی کا معاملہ کر رہے ہوں دونوں صورتوں میں باقی نیکیاں اپنی جگہ پڑی رہ جائیں گی اور اللہ کی اور اللہ کے رسول کی بات ضرور صادق آئے گی کہ ایسے لوگوں سے پھر اللہ اپنی رحمت کا تعلق کاٹ لیتا ہے۔ ان گھروں میں فساد پیدا ہوتے ہیں۔ بد معاشرہ جنم لیتا ہے۔ بچے بدتمیز پیدا ہوتے ہیں۔ بداخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی بیٹیاں آگے پھر اسی قسم کے دکھ دوسروں کے گھروں میں اٹھاتی ہیں۔ فسادات کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ ٹوٹ جاتا ہے اس سیلاب کے نتیجہ میں جو سیلاب گھروں میں پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ گلیوں میں سیلاب بہنے لگ جاتا ہے۔ تو معاشرے کی اصلاح محض چند نصیحتوں سے نہیں ہو سکتی معاشرے کی اصلاح کے ہم ذمہ دار بنائے گئے ہیں اور ان امراض کو سمجھنا ہو گا ان کی کنہ سے واقفیت حاصل کرنی پڑے گی۔ صحیح تشخیص نہیں کر سکتے تو کیسے ہم بیماریوں کا علاج کر سکیں گے۔

اس لئے اس حوالے سے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ محض یہ کہہ دینا جی غیبت نہیں کرنی، غیبت نہیں کرنی اور یہ تقریر کر کے انسان الگ ہو جائے ہرگز کافی نہیں ہے۔ ایسا سمجھا دیں اور آگے گھروں میں ایسی باتیں کریں کہ دلوں کی تہ تک غیبت کی حقیقت ایسے اترے کہ جو دلوں کو مغلوب نہ کرے بلکہ وہ دل اس کو مغلوب کر لیں یعنی ایسی لاتعلقی اس سے پیدا کر لیں کہ اس کے اندر اثر کرنے کا کوئی بھی مادہ باقی نہ رہے۔ ایسی صورت میں بھی بعض چیزیں اترتی ہیں۔ خون میں رہتی ہیں لیکن بے اثر ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے شیطان کے حوالے سے فرمایا کہ ہر انسان کے خون میں دوڑ رہا ہے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ آپ کے خون میں بھی۔ آپ نے فرمایا ہاں مگر مسلمان ہو گیا ہے۔ تو اندر جو فطرت میں احتمال موجود ہے اس کو جڑوں کی طرح اکھیڑ کر باہر نہیں پھینکا جا سکتا مگر اس کی ایسی اصلاح ممکن ہے کہ اس کا مزاج بدل جائے۔ پس بدی کی آواز اگر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دی جائے اور وہ آواز اٹھنا بند ہو جائے تو ایک گونگی بدی خون کے اندر رہے گی۔ ایک اندھی بدی خون کے اندر رہے

گی وہ کوئی بھی بد اثر اپنا ظاہر نہیں کر سکتی۔ یعنی چاروں طرف سے اس کو دیواریں چن کر جس طرح زندہ دفنا دیا جاتا ہے اس طرح وہ دیواروں میں چن دی جائے گی۔ پس غیبت کو بھی اس طرح اپنے دل میں اتاریں کہ آپ کے دل پر اثر انداز نہ ہو بلکہ آپ اس پر ایسا قابو پالیں کہ دیوار میں چن دیں پھر کبھی آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اور روز مرہ کی زندگی میں جب بھی آپ کہیں ایسی بات کر رہے ہوں تو اپنے دل میں ٹٹولیں کہ کیوں کر رہا تھا یا کیوں کر رہی تھی اور مزہ آیا تھا کہ نہیں۔ مزہ آیا تھا تو کیوں آیا تھا اگر آیا تھا تو ابھی تک آپ بھائی کا گوشت کھانا چھوڑ نہیں رہے نہ چھوڑ سکتے ہیں کیوں کہ آپ کا ذوق ہی نہیں ٹھیک ہوا۔

پس اس کو تو میں سمجھتا ہوں جہاد کی صورت میں لینا چاہئے سامنے۔ غیبت کا قلع قمع جماعت میں اگر ہو جائے تو بہت عظیم کامیابی ہوگی۔ میں جب امریکہ دورے پر گیا۔ اب دیکھیں کتنا ایڈوانس (Advance) ملک ہے۔ دنیا کے لحاظ سے اتنا ترقی یافتہ لیکن وہاں میں حیران رہ گیا دیکھ کر کہ بعض جماعتوں میں خوب غیبت چل رہی ہے۔ ایسی کراہت پیدا ہوتی تھی سن کر کہ میں حیران ہوتا تھا کہ ان مخلصین کو ہو کیا گیا ہے۔ بعض جماعتوں میں مرد بھی غیبت کر رہے ہیں عورتیں بھی غیبت کر رہی ہیں یوں لگتا ہے کہ گوشت خوروں کی ایسی جماعت ہے جسے صحت مند حلال گوشت میں مزہ نہیں ملتا جتنا مردہ گوشت میں ملتا ہے اور وہ بھی انسانی مردہ گوشت مل جائے تو اور کیا چاہئے۔ کیونکہ کہتے ہیں شیر کو جس کو انسان کا خون منہ کو لگ جائے اسے کوئی اور جانور پسند ہی نہیں رہتا تو اس پہلو سے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مثال بہت گہرائی رکھتی ہے۔ انسانی گوشت میں مزہ ہی بڑا ہے۔ انسان کی غیبت میں جو مزہ ہے نا جن کا ذوق بگڑا ہو اس ذوق کو بدلنا، وہ مزہ ان کے منہ سے چھیننا بڑا مشکل کام ہے تو وہاں یہ ہے۔ اب میں امریکہ کی بدنامی کے طور پر نہیں کر رہا میں جانتا ہوں پاکستان میں بھی بہت سی جماعتوں میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں۔ جرمنی میں بھی پائی جاتی ہیں۔ انگلستان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر میں نے مثال دی تھی ایک تازہ سفر کی یاد داشت کے طور پر اور وہ لوگ جو جانتے ہیں کہ میں کن کی باتیں کر رہا ہوں ان کو استغفار کرنا چاہئے اور اپنے اپنے دائرے میں یہ جہاد شروع کرنا چاہئے کہ غیبت نہیں کرنی۔

بعض دفعہ غیبت کی بجائے مجلس کی امانت کا حق نہ رکھا جائے تو وہ بھی غیبت بن جاتی ہے۔ ہم جب آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ ایک شخص غیبت کی نیت سے نہیں بلکہ بعض حوالوں کی وجہ سے ایک شخص کا ذکر کر دیتا ہے جسے سب جانتے ہیں اس کی کوئی چھپی ہوئی بدی بیان نہیں کی جاتی جس کا ان کو علم نہ ہو بلکہ کسی گفتگو کے حوالے سے از خود یہ بات جاری ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس بات کو اٹھائے اور باہر بیان کر دے تو یہ امانت میں خیانت ہے کیونکہ مجالس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانتیں ہیں اور ان کی بات بغیر اجازت کے بغیر حق کے باہر کرنا ایک گناہ ہے۔ اور یہ بھی ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ لیکن میں اصول بتا دیتا ہوں کہ کہاں امانت ہے اور کہاں ایک عوامی حق ہے کہ آپ یہ باتیں آگے پہنچائیں۔ جہاں ایک ایسی نصیحت ہے جس کا بنی نوع انسان کی بہتری سے تعلق ہے، بھلائی سے تعلق ہے۔ ایسی بات ہے جس کو سن کر ایمان تازہ ہوتا ہے تو یہ وہ امانت نہیں ہے جسے آپ پوچھے بغیر آگے بیان نہیں کر سکتے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شاہد ہے وہ غائب کو باتیں بیان کرے کیونکہ اچھی باتیں ہیں اور ان کے نتیجے میں خیر پھیلتی ہے مگر اگر اس مجلس میں کسی ایک شخص کا ذکر آیا ہے اور اس کو اگر دوسروں میں بیان کیا جائے تو اس شخص کے خلاف دلوں میں نفرت پھیلے گی تو اس کو دوسروں میں بیان کرنا ناجائز، اس تک بات پہنچانا بھی ناجائز۔ اور اگر کسی مقصد، مجبوری سے بات کرنی ہو تو لازم ہے کہ اس سے اجازت لی جائے جس نے ایک مجلس میں یہ بات کی تھی۔ اگر ہم پوری طرح اس اصول پر کاربند ہو جائیں تو غیبت کے سارے رستے بند ہو جاتے ہیں۔ مگر بعض لوگ اتنے بے احتیاط ہوتے ہیں کہ مجھ سے ملاقات میں جو امانت کے تقاضے ہیں وہ بھی پورے نہیں کرتے بلکہ ان میں بگاڑ پیدا کر دیتے ہیں۔

کئی لوگ جن کے جھگڑے ہیں خاوندوں کے بیویوں سے، بیویوں کے خاوندوں سے، خاندانوں کے آپس میں۔ وہ ملاقات کے وقت یہ بات چھیڑتے ہیں ان کو بار بار سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ ذاتی ملاقات کا وقت آپس میں محبت اور پیار کی کھلی کھلی باتیں کرنے کا وقت ہے۔ یہ جھگڑوں کا وقت نہیں ہے اس کے لئے الگ نظام مقرر ہے لیکن وہ باز ہی نہیں آتے۔ زبردستی اپنے دل کا غیظ ابال کر میرے دل میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کئی دفعہ میں نے دیکھا میں ان کو آخر کہتا ہوں کہ دیکھو جو تم نقشے کھینچ رہے ہو اگر یہ درست ہیں تو تم نے بڑی جہالت کی ہے جو وہاں جا کر گرے ہو۔ تم کہتے ہو اتنا ذلیل خاندان ہے، ایسا گیا گزرا ہے کہ جو باتیں تم بیان کر رہے ہو وہ تو اتنی کمینی ہیں کہ پھر تم نے اپنی بیٹی کو پھینکا کیوں وہاں۔ یا اپنے بیٹے کو اس گھر کے سپرد کیوں کیا۔ یہ ایک الزامی جواب ہوتا ہے۔ بعض لوگ اسے لے کر چلتے ہیں اور کہتے ہیں لو جی حضرت خلیفۃ المسیح نے فرما دیا ہے کہ بڑا کمینہ خاندان ہے، بڑے ذلیل لوگ ہیں۔ ان میں تم جا کر گرے کہاں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ پہلے وہ زبردستی مجھ پر ایک بات ٹھونستے ہیں پھر اس کا منطقی نتیجہ نکال کر، ان کے غلط انداز کو دکھانے کی خاطر یہ ایک تمثیلات کرتا ہوں تو آگے پہنچا دیتے ہیں۔ اب یہ بتائیں یہ امانت کہاں رہی اور وہ جو خلیفہ وقت سے تعلق کے تقاضے ہیں ان کو کیسی ٹھوکر ماری گئی ہے یہاں۔ اور جو بے تکلفی سے پیار کے خاندانی ماحول میں ان سے باتیں ہو رہی ہیں ان کو سمجھایا جا رہا ہے۔ نہیں سمجھتے تو انہی کی منطق کو اٹھا کر ان کے سامنے کھڑا کیا جا رہا ہے اس کو غلط رنگ دے کر اگر جماعت میں پھیلا دیں تو کتنے بد نتائج اس کے پیدا ہونگے۔ بعض لوگ ان حوالوں کو لے کر قضاء تک جا پہنچتے ہیں۔ چنانچہ مجھے ایک دفعہ صدر مجلس قضاء کا خط آیا کہ حضور کے حوالے سے یہ بات کہی جا رہی ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ فلاں شخص اپنے جھگڑے میں لازماً غلط ہے۔ میں نے کہا جس نے کہا ہے وہ لازماً غلط ہے کیونکہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے اور قضاء کے اصول کے تابع میں ہرگز کوئی فیصلہ قضا کے معاملے میں دے سکتا ہوں نہ دیتا ہوں کبھی۔ جس نے منزل بہ منزل ترقی کر کے آخر میرے سامنے اپیل کے طور پر پہنچنا ہے۔ جب میں آخری قاضی ہوں تو پہلی منزل پر اور پھر یک طرفہ فیصلہ دے کیسے سکتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کو اتنی سی بھی سمجھ نہیں کہ یہ ناممکن ہے آپ کو رد کر دینا چاہئے اور اصول بنالیں اور سب ججوں کو ہدایت کر دیں کہ اگر میرا حوالہ دیا گیا قضائی معاملے میں تو یا وہ جھوٹ بول رہا ہے یا وہ سمجھا نہیں ہے۔ اور خواہ وہ سمجھا نہ ہو خواہ جھوٹ بول رہا ہو ہر دو صورت میں ایسی باتوں کو قضا میں ایک دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ پس یہ دیکھیں جہاں امانتوں میں خیانتیں ہوتی ہوں، جہاں غیبتوں پر جراتیں ہوتی ہیں تو بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ جماعت باریک نظر سے ان باتوں کو سمجھے گی اور آئندہ اپنے کردار کی حفاظت کرے گی کیونکہ ہم سب دنیا پر شہید بنائے گئے ہیں۔ تمام دنیا کے کردار کی ہم نے حفاظت کرنی ہے اسے اعلیٰ قدروں تک پہنچانا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک انسان جو خدا سے تعلق رکھتا ہے اس کے خدا سے تعلقات کے حالات تو اکثر ہم پر پوشیدہ رہتے ہیں لیکن خدا سے تعلق کے نتیجہ میں وہ بنی نوع انسان سے جیسے تعلقات رکھتا ہے وہ ہمیں دکھائی دینے لگتے ہیں اور وہی معاملات ہیں جن سے انسان کا باخدا یا بے خدا ہونا معلوم کیا جا سکتا ہے۔

اس مسجد کی عظمت آپ کی اس عظمت کے ساتھ وابستہ ہے جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں آپ کی ہوگی اور خدا کی نظر میں آپ کی عظمت آپ کی عاجزی، تقویٰ اور اس طرز عمل سے وابستہ ہے جو آپ خدا اور اس کے بندوں کے ساتھ تعلق میں اختیار کرتے ہیں

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

مسجد بیت الرحمٰن کے افتتاح اور جماعت احمدیہ امریکہ کے ۴۶ ویں جلسہ سالانہ کی مختصر روئیداد

جماعت احمدیہ امریکہ کے ۴۶ ویں جلسہ سالانہ اور نئی مسجد بیت الرحمٰن کا باقاعدہ افتتاح ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو بعد از نماز جمعہ مقرر تھا۔ جلسہ گاہ کی وسیع وعریض مارکی کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ خوبصورت اسٹیج کی پشت پر بہت بڑا بینر لگایا گیا تھا جس پر کلمہ طیبہ اور اس کا انگریزی ترجمہ لکھا تھا۔ ایک طرف منارۃ المسیح تھا جس کی شعاعیں سیٹلائیٹ کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیلتی ہوئی دکھائی گئی تھیں۔ بینر کی ایک جانب Love for All Hatred for None کا حسین مقولہ درج تھا۔ غرضیکہ نہایت ایمان افروز ماحول تھا۔ VIP یعنی معززین کی بڑی تعداد افتتاحی اجلاس میں شرکت کے لئے حاضر تھی جن میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سینیٹرز اور کانگرس مین بڑی تعداد میں موجود تھے۔ خواتین بھی بڑی تعداد میں تشریف فرما تھیں جنہیں خاص طور پر اس تقریب میں شرکت کے لئے بلایا گیا تھا۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے نمائندے بھی کثیر تعداد میں موجود تھے جنہوں نے اس تقریب کی رپورٹنگ کرنی تھی۔ حاضرین جلسہ کی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں سے تجاوز کر چکی تھی۔ جلسہ گاہ کے ایک طرف کھانے کا انتظام بھی تھا۔ احمدی خواتین اپنی الگ جلسہ گاہ میں ہزاروں کی تعداد میں موجود تھیں۔ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ امریکہ کی طرف سے مسجد بیت الرحمٰن کے افتتاح کے مبارک موقعہ پر انگریزی زبان میں بہت ہی خوبصورت سووینئر شائع کیا گیا جس کے سرورق پر مسجد کی خوبصورت تصویر اور پشت کی جانب مسجد کے گنبد اور مینارے کی ایک اور پہلو سے جھلک دکھائی گئی تھی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ۴ بجکر ۲۰ منٹ پر جلسہ گاہ میں داخل ہوئے۔ حاضرین نے کھڑے ہو کر پرجوش نعروں سے حضور انور کا استقبال کیا۔ حضور نے اسٹیج پر تشریف فرما مہمانوں سے مصافحہ کیا اور ہر ایک کی خیریت دریافت فرمائی۔ اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم و محترم عابد حنیف صاحب، پریذیڈنٹ بوسٹن جماعت نے کی اس کے بعد اس کا انگریزی ترجمہ سنایا۔ بعد ازاں مکرم ظفر احمد سرور صاحب مربی سلسلہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم "اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے" ترنم سے سنائی اور اس کے بعد اس کا منظوم انگریزی ترجمہ مکرم ڈاکٹر یوسف لطیف صاحب نے نہایت خوبصورت انداز میں ترنم سے پیش کیا۔ اس کے بعد دو درجن سے زائد انتہائی معزز مہمانوں نے حضور کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اور مسجد کی تعمیر پر مبارکباد پیش کی۔

اس موقعہ پر مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کا مختصر تعارف کروایا اور جماعت کی عالمگیر سرگرمیوں اور خدمت خلق کا مختصر جائزہ پیش کیا۔ آپ نے مسجد بیت الرحمٰن کی تعمیر کے سلسلہ میں احباب و خواتین کی مالی قربانیوں کا خاص طور پر ذکر کیا نیز تعمیر کمیٹی کے ممبران کی محنت کو خراج تحسین پیش کیا۔

افتتاحی تقریب میں مختلف Citations پیش کئے گئے۔ مختلف میئرز نے سپاسنامے پیش کئے۔ مقامی کاؤنٹی کے نمائندگان نے خطاب کیا۔ اس موقعہ پر کینیڈا کی وزیر اعظم کا تہنیتی پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۶ بجکر ۵ منٹ پر خطاب کا آغاز فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے انگریزی میں خطاب کرتے ہوئے تمام معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا جن میں سے بعض بہت دور دور کے فاصلے طے کر کے اس تقریب میں شمولیت کے لئے تشریف لائے تھے۔ حضور نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ اس مسجد کے افتتاح میں شرکت کے لئے ہم آپ کے ممنون ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس موقعہ پر مجھے ساری دنیا سے تہنیتی پیغامات وصول ہو رہے ہیں۔ بعض کے نام یہاں پڑھ کر سنائے گئے اور بعض کے نہیں سنائے جا سکے۔ حضور نے فرمایا کہ پاکستان جہاں ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے وہاں سے خوشی اور افسردگی کا ملا جلا پیغام موصول ہوا ہے۔ وہ اس شاندار مسجد کے افتتاح پر بہت خوش ہیں لیکن اس بات پر بہت افسردہ ہیں کہ ان کے اپنے ملک میں ان کی مساجد گرائی جا رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا لیکن یہی زندگی ہے ہمیں اس کا مقابلہ کرنا ہے اور جو کچھ بھی ہو مصمم ارادہ کے ساتھ امن کے حصول کے لئے مسلسل آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ یہ مسجد امن کی علامت ہے۔ پھر فرمایا کہ تقریبات کے موقعہ پر اچھے خوبصورت لباس پہننا اور زینت اختیار کرنا اور سجاوٹ کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے اور ایک عام دنیا کا دستور ہے۔ مساجد کے تعلق میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو قرآن کریم میں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ "خذوا زینتکم عند کل مسجد" کہ جب بھی وہ مسجد جائیں انہیں ایک خاص خوشی اور مسرت کا احساس ہونا چاہئے اور انہیں خاص طور پر تیار ہو کر مسجد میں جانا چاہئے۔ اسی طرح یہ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ تمام مساجد ایک ہی جیسا تقدس کا مقام رکھتی ہیں۔ خواہ کوئی مسجد بڑی ہو یا چھوٹی اور سادہ۔

حضور نے فرمایا کہ ہر موقعہ و تقریب کے لئے خاص قسم کے لباس پہنے جاتے ہیں۔ مسجد میں آنے کے لئے کس قسم کا لباس پہننا چاہئے؟ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "لباس التقویٰ ذالک خیر" یعنی تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔ اس لئے اگر آپ تقویٰ اور خدا کے خوف کے بغیر مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو مسجد کے تقاضوں کو فراموش کرنے والے ہیں۔

حضور نے سورہ الاعراف کی آیت ۳۰ کے حوالے سے بتایا کہ جب بھی تم کسی مسجد میں جاؤ تو خدا تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے جاؤ۔ "وادعوہ مخلصین لہ الدین" اور اللہ تعالیٰ کے لئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے اسے پکارو۔

حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم نے مساجد کی صفائی پر بھی بہت زور دیا ہے۔ ظاہری صفائی پر بھی اور باطنی صفائی پر بھی۔ حضور انور نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے حوالے سے اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے گھروں کو اور خاص طور پر مساجد کو صاف ستھرا رکھیں تو اس سے انہیں اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔ حضور ایدہ اللہ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی بعض مثالیں بھی پیش فرمائیں اور بتایا کہ آپؐ مسجد کی صفائی کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔

حضور نے فرمایا کہ اگرچہ اسلام میں صفائی پر بہت زور دیا گیا ہے اور اصل صفائی و پاکیزگی تو دل کی پاکیزگی ہے لیکن کوئی یہ نہ سمجھے کہ کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کسی شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے اس لئے روک دے۔ کہ فلاں شخص دل کا گندا ہے۔ اور وہ روحانی لحاظ سے صاف نہیں۔ اس سلسلہ میں حضور نے نجران کے عیسائیوں کے ایک وفد کا ذکر فرمایا جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں مدینہ آئے اور آپؐ نے انہیں مسجد میں خدا کی عبادت کے لئے اجازت مرحمت

فرمائی۔ اسی طرح ایک موقعہ پر بعض مشرکین آنحضرت ؐ کے پاس آئے تو آپ ؐ نے انہیں مسجد میں آکر بعض معاملات پر گفتگو کی اجازت مرحمت فرمائی۔ جب بعض صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ؐ کیا قرآن کریم میں مشرکین کو نجس اور پلید قرار نہیں دیا گیا۔ تو آپ ؐ نے فرمایا کہ دل کی پلیدی مسجد کی پاکیزگی کو گندا نہیں کرتی۔ اس لئے مسجد میں کسی انسان کا داخلہ ممنوع نہیں البتہ مسجد میں خدائے واحد کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا منع ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جب تمام مساجد جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں خواہ وہ سادہ ہوں یا بہت پر شکوہ وہ خداتعالیٰ کی نظر میں یکساں ہیں اور ایک ہی جیسا مقام رکھتی ہیں تو پھر خانہ کعبہ کو سب سے زیادہ مقدس مسجد کیوں کہا جاتا ہے اور مسجد نبوی کو غیر معمولی عظمت کیوں دی جاتی ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ کسی عمارت کا مقدس ہونا دو وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اگر کسی عمارت کی تعمیر کا مقصد پاکیزہ ہے تو وہ عمارت خاص تقدس حاصل کر لیتی ہے اور اگر ایک سے زیادہ عمارتیں کسی پاکیزہ غرض و غایت کے تحت بنائی جاتی ہیں تو وہ سب مقدس ہی کہلائیں گی اور اس پہلو سے ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی جا سکتی۔

لیکن کسی عمارت کا تقدس اس عمارت میں رہنے والوں یا کثرت سے وہاں آنے جانے والوں کے تقدس کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ گھر بظاہر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں لیکن بعض دفعہ کسی گھر کے ساتھ وابستہ مقدس افراد کی یاد اور ان کی عظمت اس گھر کو مقدس بنا دیتی ہے۔ اس پہلو سے خانہ کعبہ کو ایک خاص عظمت حاصل ہے۔ یہ وہ گھر ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لئے خدائے واحد کی عبادت کی غرض سے بنایا گیا اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے دعاؤں کے ساتھ اس کی بنیادیں اٹھائیں اور ان لوگوں کے لئے بھی دعائیں کیں جو ان کے ہزاروں سال بعد اس گھر میں آنے والے تھے۔

حضور نے فرمایا یہ وہ گھر تھا جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنایا گیا لیکن پھر ایک وقت آیا کہ اس میں ۳۶۵ بت رکھے گئے [illegible] گھر کی عظمت کو کم نہیں کیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جب اس گھر کو [illegible] سے صاف کیا تو آپ نے خانہ [illegible] اس کی [illegible] تعمیر کا حکم نہیں فرمایا۔ اگرچہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مسجد کو ہمیشہ خدائے واحد کی عبادت کے لئے [illegible] صاف رکھیں لیکن ہر انسان خدا کے گھر میں آنے کا حق رکھتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اسلامی تعلیم کے مطابق خدا کے تمام گھروں کی عزت و تکریم ضروری ہے خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس سلسلہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی [illegible] کے حوالے سے بتایا کہ اسلامی جہاد کا یہ مطلب [illegible] صرف مسجد [illegible] تقدس کی [illegible] ہے [illegible] ہمیشہ مذہبی آزادی کے حق میں کھڑا ہونا چاہئے [illegible] عیسائیوں کے [illegible] معبد پر [illegible] مسلمان کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے بھی اٹھ کھڑا ہو [illegible] وہ اس [illegible] میں [illegible] جائے تو [illegible] نظر میں شہید کہلائے گا۔

[illegible] حقیقت [illegible] حضرت [illegible] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی [illegible] نمونہ سے معلوم [illegible] جا سکتی [illegible] میں کسی [illegible] زمانے کے لوگوں [illegible] نہیں۔ اسی [illegible] جیسے [illegible] میں مسجد [illegible] تمام [illegible] میں [illegible] محروم کرنا [illegible] نہیں ہے۔

حضور نے فرمایا [illegible] بعض لوگ مساجد کی تعمیر ان کی ظاہری شان و شوکت اور ان کے ساتھ ملحقہ سرسبز پر فخر کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسی سرسبز مسجد کی عظمت کو بڑھاتی ہیں؟ حضور نے قرآن مجید کی آیات کے حوالے سے بتایا کہ مسجد میں کثرت سے آنے والے تمام لوگ ایسے نہیں ہوتے جو خدا کی رضا کو حاصل کرنے والے ہیں۔ صرف وہی اس کی رضا کو

حاصل کرتے ہیں جو عاجزی وانکساری کے ساتھ خالصۃ خدا کی عبادت کے لئے وہاں آتے ہیں اور ان میں کسی قسم کی ریا یا نمود و نمائش نہیں ہوتی۔ حضور نے فرمایا کہ اس مسجد کے متعلق بار بار کہا گیا ہے کہ یہ بہت ہی شاندار، خوبصورت اور پر شکوہ عمارت ہے لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس مسجد کی عظمت آپ کی اس عظمت کے ساتھ وابستہ ہے جو خدا کی نگاہ میں آپ کی ہوگی۔ خدا کی نظر میں آپ کی عظمت، آپ کی عاجزی، آپ کے تقویٰ اور خدا خوفی اور آپ کے اس طرز عمل سے وابستہ ہے جو آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی بندوں کے ساتھ تعلق میں اختیار کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ وہ لوگ جو مسجد میں کثرت کے ساتھ آئیں گے یہ ضروری نہیں کہ صرف وہی خدا کے محبوب ہیں اور وہ لوگ نہیں جو کثرت کے ساتھ مسجد میں نہیں آتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب مساجد بظاہر لوگوں سے بھری ہوئی ہونگی لیکن ہدایت سے خالی ہونگی۔ سوال یہ ہے کہ پھر ہمیں کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ کون خدا کا زیادہ تقویٰ رکھتا ہے اور کون کم۔ سو اس کی کچھ علامات ہیں۔ حضور نے سورۃ العنکبوت کی آیت ۴۶ کے حوالے سے بتایا کہ وہ لوگ جو حقیقت میں نماز پر قائم ہونے والے ہیں ان کے کردار میں مثبت تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ جب مسجد سے واپس لوٹتے ہیں تو وہ اسی حالت پر نہیں ہوتے جس کے ساتھ وہ مسجد میں داخل ہوئے تھے بلکہ وہ پہلے سے زیادہ خدا کے قریب ہو چکے ہوتے ہیں اور خدا کے قرب کے نتیجہ میں برائیوں سے اور گناہوں سے اور ان باتوں سے جنہیں خدا تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے اور معاشرہ کے امن کو برباد کرنے والی چیزوں سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا مسجد تو بن گئی ہے لیکن سچے عبادت گزار بنانا زیادہ مشکل کام ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں احمدیوں سے اور خصوصاً امریکہ کے احمدیوں سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کے نقطہ نظر سے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کریں۔ خدا والے دنیا داروں سے منفرد اور ممتاز ہوتے ہیں۔ اگر آپ خدا والے ہو جائیں تو آپ تمام لوگوں کے لئے نمونہ بن جائیں گے۔

حضور نے فرمایا کہ قرآنی تعلیم کی رو سے بنیادی طور پر تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی تعمیر کا مقصد اور تمام مذاہب کی تعلیم کی بنیادی غرض ایک ہی تھی کہ ایک خدا کی عبادت کی جائے اور خدا کے نام پر معاشرہ کے غریب اور نادار افراد کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے اور تمام بنی نوع انسان میں باہمی محبت اور تہذیب پیدا کی جائے۔ پس تمام مذاہب کا بنیادی مقصد خدائے واحد کی عبادت اور نوع انسانی کو وحدت کی لڑی میں پرونا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آج نوع انسانی کو جن مسائل کا سامنا ہے میں تمام لوگوں کو دعوت دیتا ہوں کہ آئیں مساجد، مندر، یہودیوں کی عبادت گاہوں، گرجا گھروں اور متفرق معابد کے ذریعہ ہم سب مل کر نوع انسانی کو اکٹھا کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں کیونکہ ہم سب کے بنیادی مقاصد ایک ہی ہیں۔ ہمیں لازماً نوع انسانی کو متحد کرنا ہو گا اور ایسا صرف واحد و یگانہ خدا پر ایمان اور بنی نوع انسان کو اس کے قریب لا کر ہی ممکن ہے اور یہی اس مسجد کی تعمیر کا مقصد ہے۔ جب تک آپ اس مقصد کو پیش نظر رکھیں گے، یہ مسجد عظمت والی رہے گی ورنہ اس کی حیثیت صرف گارے اور اینٹوں کی بنی ہوئی ایک عمارت کی ہوگی اس کے سوا کچھ نہیں۔

خطاب کے آخر پر حضور انور نے دعا کروائی۔ پھر مہمانوں کے ساتھ ایک ریفریشمنٹ میں شامل ہوئے۔ بعد ازاں نماز مغرب و عشاء ادا کی گئیں۔

دوسرے دن ۱۵ اکتوبر کے پہلے اجلاس کا آغاز صبح دس بجے ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم مبارک کوکوئی صاحب نے کی جس کا انگریزی ترجمہ مکرم موسیٰ اسد صاحب نے کیا۔ ازاں بعد مکرم اطہر ملک صاحب نے نظم پیش کی اور مکرم منیر حامد صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد عزیزم افتخار احمد صاحب نے ”احمدی

نوجوانوں کی ذمہ داریوں " کے موضوع پر تقریر کی اور دوسری تقریر مکرم انور محمود خان صاحب نے کی ان کی تقریر کا موضوع تھا "احمدیت کے مقاصد" ۔ دوسرے دن پہلے اجلاس کی تیسری تقریر مکرم اظہر حنیف صاحب مربی سلسلہ کی تھی انہوں نے اسلامی عائلی اقدار کے موضوع پر تقریر کی ۔ اس کے بعد حضور کا خواتین کے اجلاس میں فرمودہ خطاب ریلے کر کے مردانہ جلسہ گاہ میں سنایا گیا۔

احمدی خواتین سے حضور انور ایدہ اللہ کا خطاب

حضور نے خواتین کو اولاد کی تربیت خصوصاً انہیں نماز کی عادت ڈالنے کے سلسلے میں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ حضور نے انگریزی میں خطاب کرتے ہوئے انہیں نصیحت کی کہ اگر انہوں نے بچپن میں اپنی اولاد کی تربیت نہ کی تو انہیں بعد میں بہت افسوس ہو گا۔ مردوں پر بھی اولاد کی تربیت کی بڑی ذمہ داری ہے لیکن مردوں کو وہ خصوصیت یا اہمیت [illegible] حاصل نہیں جو ماؤں کو ہوتا ہے۔ کیونکہ ماں کو بچے سے زیادہ قریب رہنے اور زیادہ دیر تک ان کی تربیت کا موقع ملتا ہے۔ جو مائیں [illegible] کو [illegible] سے وابستگی کی تربیت دینے میں غفلت برتتی ہیں انہیں [illegible] اوقات خطرات [illegible] کا سامنا کرنا [illegible] ہے۔

حضور [illegible] نماز باجماعت کی اہمیت [illegible] تعلق کی [illegible] اور بچوں کی [illegible] کے گہرے تعلق پر [illegible] تفصیل سے روشنی ڈالی۔ حضور [illegible] اپنے بچپن [illegible] کا ذکر [illegible] حضرت ام طاہر [illegible] پانچ وقت مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کی عادت ڈالنے میں اتنی شدت [illegible] فرمائی تھیں کہ [illegible] نے [illegible] کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ اگر میں صبح کی نماز کے لئے خود بیدار نہ ہوں تو وہ مجھے زبردستی [illegible] کر کے مسجد میں [illegible] کریں۔ حضور نے بڑی رقت آمیز انداز میں اپنی والدہ مرحومہ کے [illegible] تربیت کا ذکر فرمایا اور ماؤں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

اس کے علاوہ حضور نے احمدی خواتین کو اسلامی پردہ [illegible] کی تلقین کی [illegible] آپ نے فرمایا کہ ضروری نہیں کہ پاکستانی طرز کا برقعہ استعمال کیا جائے البتہ پردہ کی روح کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ مردوں کو اپنی عورتوں پر اس سلسلہ میں غیر معمولی سختی نہیں کرنی چاہئے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ انہیں اسلامی پردے کی روح قائم رکھنے پر زور دیں۔ ماؤں کو اپنی بچیوں کی اسلامی تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ اگر وہ خود اسلامی قدروں کے خلاف قدم اٹھائیں گی تو ان کی بچیاں لازماً ان سے چند قدم [illegible] جائیں گی اور یہ بات احمدیت کے مستقبل کے لئے کوئی اچھی فال نہیں ہوگی۔ حضور نے خواتین کی قربانیوں اور [illegible] سے وابستگی کے جذبہ پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضور کا خطاب ۲۵ - ۱۲ پر ختم ہوا اور پھر دعا کے بعد حضور وہاں سے رخصت ہوئے۔ حضور کے خطاب کے بعد دوپہر کے کھانے کا وقفہ تھا جس دوران ہزاروں کی تعداد میں مسیح موعود کے مہمانوں نے [illegible] کا کھانا کھایا۔ ازاں بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی قیادت میں احباب نے ظہر و عصر کی نمازیں ادا کیں۔

[illegible] کے فضل سے بوزنین مہمانوں کی تعداد بھی کافی تھی اس لئے خاص طور سے بوزنین زبان میں ترجمہ کا انتظام کیا گیا تھا۔

آخری اجلاس

جلسہ سالانہ کا آخری اجلاس بعد دوپہر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری پر شروع ہوا۔ اجلاس کا آغاز مکرم حافظ سمیع اللہ صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے کیا اس کے بعد برادر طارق شریف صاحب نے تلاوت کردہ آیات کا

انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ بعدازاں مکرم رشید بھٹی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی نظم "اے خدااے کارساز و عیب پوش و کردگار" ترنم سے پیش کی۔

اس کا منظوم انگریزی ترجمہ مکرم عبدالرحیم صاحب نے سنایا۔ ازاں بعد اطفال الاحمدیہ نے حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ آنحضرتؐ کی شان میں کورس کے انداز میں پیش کیا۔ اس سے پہلے ایک بچے نے اس قصیدے کا مختصر انگریزی ترجمہ سنایا اور پھر سب بچوں نے کورس میں حصہ لیا۔ اس کے بعد نیشنل سیکرٹری وقف جدید انور محمود خان صاحب نے وقف جدید کے سلسلہ میں نمایاں کام کرنے والوں کے ناموں کا اعلان کیا۔ انہیں انعامات دینے کا بھی پروگرام تھا لیکن حضور نے فرمایا یہ کام سالانہ جلسے میں کرنے کا نہیں کسی دوسرے موقعہ پر انہیں انعامات دئے جائیں۔
اس کے بعد تین بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب شروع ہوا۔

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے انگریزی میں اپنے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے سب سے پہلے مسجد بیت الرحمان کی تعمیر پر خوشی اور اللہ تعالیٰ کے لئے شکرانے کا اظہار فرمایا۔ حضور انور نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لینے والوں اور جلسہ سالانہ میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے شرکت کرنے والوں کے لئے دعا کی۔ حضور نے فرمایا کہ تعداد جو کل شام مجھے بتائی گئی وہ صحیح نہیں لگتی کیونکہ میں دیکھ کر اندازہ کر سکتا ہوں کہ کل کی تعداد یقیناً پانچ بلکہ چھ ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ مسجد اتنی زیادہ بھری ہوئی تھی کہ باہر بھی بہت بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ چنانچہ صبح جو تازہ صورت حال معلوم ہوئی اس کے مطابق اعداد مختلف تھے۔ شعبہ ضیافت کے مطابق آٹھ ہزار تعداد بتائی گئی۔ حضور نے فرمایا بہرحال خدا کے فضل سے جلسے میں شرکت کرنے والوں کی تعداد کافی خوش کن ہے۔

حضور نے فرمایا کہ پہلے اس اجلاس میں نئی بیعتوں کا پروگرام تھا لیکن میں نے اسے مغرب و عشاء کی نمازوں کے بعد تک ملتوی کر دیا کیونکہ کافی بڑی تعداد میں نومبایعین آئے ہیں۔ مغرب و عشاء کے بعد چند بچوں کی آمین کی تقریب ہوگی اور چند مزید نکاحوں کا اعلان کیا جائے گا۔ حضور نے قرآن کریم بچوں کو پڑھانے اور ان کی آمین وغیرہ کی تقریبات کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر بچے کی آمین میں شرکت کرنا میرے لئے ممکن نہیں اس لئے میں اب اجتماعی طور پر آمین کرا دیتا ہوں چنانچہ لاس اینجلیز اور دوسرے مقامات پر میں نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ آج رات کو بھی اسی طرح کیا جائے گا۔

حضور نے امریکہ اور کینیڈا میں تبلیغ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے دعوت الی اللہ میں کمی پر تشویش کا اظہار کیا۔ حضور نے اس ملک میں روحانی بیماریوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ نیویارک ٹائمز کا نمائندہ جو میرا انٹرویو لینے آیا تھا میں نے اسے بتایا کہ امریکہ میں روحانی اعتبار سے فضا بہت مسموم ہے اور اس کو درست اور پاک کرنا بہت ضروری ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے داعیین الی اللہ کے جو خطوط آتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نیک کام میں شرکت پر روحانی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ مجھے ان کے خطوط سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کن علاقوں میں دعوت الی اللہ کا کام جاری ہے اور کہاں نہیں ہو رہا۔
میں امریکہ میں سب سے زیادہ لاس اینجلیز کی جماعت کے کام سے خوشی محسوس کرتا ہوں وہ خدا کے فضل سے بڑے خلوص اور جوش کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ان کے ذریعہ نئے احمدی مسلمان ہونے والوں میں نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ احمدیت میں داخل ہونے کے بعد نئے انسان بن گئے ہیں اور انہیں ایسا سکون اور اطمینان قلب حاصل ہو گیا ہے جس کی انہیں تلاش تھی۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جو عیسائیت کے دور میں پادری بننا چاہتے تھے لیکن انہیں روحانی سکینت حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ آخر انہیں اسلام اور احمدیت کی آغوش میں آکر روحانی سکون حاصل ہوا۔

حضور نے مختلف مثالیں دے کر تبلیغ اور دعوت الی اللہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس سلسلہ میں انجیل میں دی ہوئی امثال کا ذکر کرنے کے بعد قرآن کریم میں بیان فرمودہ مثالوں کی فوقیت اور خوبصورتی پر بڑے دلکش انداز میں روشنی ڈالی اور فرمایا کہ حکمت سے کام لینے کی بہت ضرورت ہے جب آپ دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں تو پہلے دیکھئے کہ دلوں کی زمین دعوت الی اللہ کے بیج کو قبول کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ جس طرح ایک زمیندار زرخیز زمین میں بیج بوتا ہے اسی طرح روحانیت کا بیج بھی ایسی زرخیز زمین یعنی ایسے دلوں میں بونا چاہئے جو اس بیج کو قبول کر کے اسے برگ و بار عطا کرنے کے قابل ہو۔ حضور نے بڑی تفصیل کے ساتھ ہدایات دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ مومن کو اپنے وقت کی قدر کرتے ہوئے اسے نیک اور بابرکت اغراض کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

حضور نے فرمایا امریکہ میں بہت بڑی تعداد میں نیک فطرت لوگ موجود ہیں لیکن امریکی قوم مختلف قسم کے مافیا کی اسیر ہو چکی ہے۔ انہیں اسلام کے امن و عافیت کے دائرے میں لانے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے بڑی حکمت اور دانشمندی کے ساتھ کام کرنے کی حاجت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ دعوت الی اللہ کا کام اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے اور ہمیں ہر حال میں یہ کام کرنا ہے اور اس کے لئے ہر ممکن طریقہ سے انتہائی خلوص اور جوش کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے بغیر انسانی جوش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام آگے نہیں پہنچایا جاسکتا۔ یہی پہلا قدم ہے اگر یہ محبت دلوں میں پیدا ہو جائے پھر دعوت الی اللہ کا کام کرنے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کے بعد دوسرا لازمی جذبہ اس کی مخلوق سے محبت ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور اس کی مخلوق سے محبت نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کا تقاضا ہے کہ اس کی بھلائی کے لئے انسان مصروف رہے اور انہیں اسلام کے دامن میں لاکر روحانی سکون و سکینت قلب عطا کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگادے۔ جب تک جنون کی کیفیت طاری نہ ہو انسان اس میدان میں کماحقہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض فارسی اشعار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تک یہ حالت آپ میں پیدا نہیں ہوگی آپ کامیاب داعی الی اللہ نہیں بن سکتے۔ حضور کا یہ انتہائی ایمان افروز اور ولولہ انگیز خطاب ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد حضور نے دعا کرائی اور ساڑھے چار بجے یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

آپ سبکو نیا سال مبارک ہو
رمضان المبارک کی آمد آمد ہے یکم فروری
بروز بدھ انشاء اللہ پہلا روزہ ہوگا۔ اس
بابرکت مہینہ کی آمد آپ سبکو مبارک ہو

AHMADIYYA MUSLIM CENTENARY 1889 – 1989

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمده ونصلي على رسوله الكريم

واجعل لي من لدنك سلطنا نصيرا
انا فتحنا لك فتحا مبينا
ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة
خليفة المسيح الرابع
امام جماعت احمدیہ

لندن
28.10.94

پیارے مکرم امیر صاحب یو۔ایس۔اے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم امریکہ کے سفر سے بخیر و عافیت واپس لندن پہنچ چکے ہیں۔ الحمدللہ
سفر کے دوران احباب جماعت امریکہ ہر جگہ بڑے خلوص اور غیر معمولی محبت
کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ اس دوران بعض چھوٹی موٹی باتیں
بھی ہوتی رہی ہیں لیکن ان سے جماعت کو سمجھانے کا ہی موقعہ
ملتا رہا ہے۔ بہرحال on the whole سب نے بہت خدمت کی ہے
میری طرف سے سب کا شکریہ ادا کردیں اور بتادیں کہ میں سمجھانے
کی خاطر جو کچھ کہتا رہا ہوں اس کا برا نہ منائیں اور اُسے دل پہ نہ لیں
میں تو سب کی خدمتوں پر بے حد ممنون ہوں اور سب سے بہت خوش واپس لوٹا ہوں
جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ اللہ سب کو
دونوں جہان کی حسنات سے نوازے اور اپنی رضا کی
راہوں پر چلائے ——— آمین ثم آمین۔

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا
انا فتحنا لک فتحا مبینا
ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
خلیفۃ المسیح الرابع
امام جماعت احمدیہ

لندن
1.11.1373 ھش / 1994

پیارے مکرم امیر صاحب یو ایس اے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

دورۂ امریکہ کے دوران ہر جگہ احباب جماعت بڑی محبت سے پیش آئے اور مختلف رنگ میں اپنے اخلاص کا اظہار کرتے رہے۔ ہر ایک کو انفرادی طور پر لکھنا تو میرے لئے ممکن نہیں لیکن وہاں سبھی میری نظر میں آتے رہے اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہونے کے علاوہ ان کے لئے دعائیں بھی کرتا رہا اور اب بھی کر رہا ہوں۔ اللہ سب پر اپنے پیار کی نظریں ڈالے اور اپنے مقرب بندوں میں شمار فرمائے۔ تمام احباب جماعت تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ میں آپ سب کا ممنون ہوں اور دل سے قدر دان۔ دل تو یہی چاہتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ دیر آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھوں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے بعض ملاقاتیں چھوٹی کرنی پڑیں جس پر میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام
خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

T-4053
11-11-94

عرب اخبارات میں مسجد بیت الرحمٰن (امریکہ) کا ذکر خیر

متحدہ عرب امارات کے دو اخبارات "الاتحاد" اور "الخلیج" نے اپنے ۱۳ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ (۱۸ اکتوبر ۱۹۹۴ء) کے شماروں میں میری لینڈ امریکہ میں "مسجد بیت الرحمٰن" کے افتتاح کی خبر شائع کی ہے۔ دونوں اخبارات میں شائع شدہ اس خبر کے الفاظ ایک ہی ہیں کہ اس مسجد پر اتنا روپیہ خرچ آیا، اس ڈیزائن کی ہے اور یہ کہ اس میں سیٹلائیٹ سٹیشن ہے اور دو زبانوں انگریزی اور سپینش میں وہاں ترجمہ کی سولیات مہیا ہیں جہاں سے براعظم امریکہ اور دیگر علاقوں میں تبلیغ اسلام ہوگی۔ نیز یہ کہ امریکی کانگرس کے ممبر نے بھی تقریب افتتاح میں شرکت کی اور اپنے حلقہ انتخاب میں اس مسجد کی تعمیر کو مرحبا کہا۔ اس مسجد میں پانچ ہزار سے بھی زائد افراد نے نماز جمعہ ادا کی۔

مگر خبر پڑھنے والے کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اس مسجد کو کس نے تعمیر کروایا ہے؟ کیا امریکی حکومت نے اسے تعمیر کروایا ہے یا خلیج کی کسی عرب ریاست نے؟ اگر یہ بات ہوتی تو ضرور دونوں اخبار اس حکومت یا ریاست کی تعریفیں کرتے کہ کیسا کار خیر کیا ہے۔ اور ایسا کرنے والے بادشاہ یا صدر کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے۔ ایک انسان اس بات پر حیران ہوتا ہے کہ مسجد کی عمارت کے بارہ میں تفاصیل دینا اور کانگرس کے ممبر کی شرکت کا ذکر زیادہ اہم تھا یا اس بیت الرحمٰن کو تعمیر کروانے والوں کا ذکر خواہ ان کو دعا ہی دے دی جاتی۔ یہ حیرت اسی وقت دور ہو جاتی ہے جب پتہ لگتا ہے کہ اس مسجد کو بنانے والے کون ہیں۔ اور یہ کون ہیں جو وہاں خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ خدائے رحمان کے فضل اور توفیق سے اس مسجد کو بنانے والے عالمگیر جماعت احمدیہ مسلمہ کے وہ ممبر ہیں جو امریکہ میں آباد ہیں۔ اس سے قبل مذکورہ دونوں اخبارات جماعت احمدیہ کے خلاف سراسر جھوٹ اور افتراء پر مبنی خبریں اور مضامین شائع کر کے "اپنا فریضہ" ادا کر چکے ہیں۔ انہوں نے خواہ جہالت سے یا لاعلمی سے جماعت کے خلاف نہایت جھوٹے اور گندے الزامات شائع کئے مگر اس امر کے لئے ذرہ بھر کوشش نہیں کی کہ دیکھیں کہ ایسی خبریں یا الزامات کس حد تک درست ہیں۔ اب جب ان کو پتہ چلا ہے کہ یہ جماعت احمدیہ ہے جس نے "نشر اسلام" کے لئے مسجد بیت الرحمٰن کو تعمیر کیا ہے تو انہوں نے جماعت کا نام خبر میں بیان کرنے سے گریز کیا تا کہ جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام کا کسی کو پتہ نہ لگ جائے اور کہیں ان اخبارات کے سابقہ کردار یعنی باطل کو پھیلانے میں اور اس صحیح خبر میں کوئی تعارض نہ ہو جائے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اصل وجہ کیا ہوئی، وہی حقائق اور اسرار کا صحیح علم رکھتا ہے۔ مگر اب یہ خبر تو اس طرح شائع ہو گئی ہے اور اللہ نے ان کی زبانوں سے حق اگلوا دیا ہے اور انہوں نے خود اپنی زبانوں سے یہ اعتراف اور اعلان کیا ہے کہ یہ مسجد بیت الرحمٰن، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، لاطینی امریکہ اور دنیا کے دیگر خطوں میں "اشاعت اسلام" کے لئے تعمیر ہوئی ہے اور اس کے تعمیر کرنے والے بلا شک مخلص مسلمان ہیں۔ الحمد للہ۔

بھکر میں ایک احمدی مسلمان پر "السلام علیکم"، "معزز" اور "بابرکت" کے الفاظ استعمال کرنے پر مقدمہ

[پریس ڈیسک] بھکر سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مکرم شیخ دبیر احمد صاحب آف چک ۶۲ ایم۔ ایل۔ ضلع بھکر کے خلاف ایک تقریب میں تقریر کرتے وقت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، السلام علیکم، معزز اور بابرکت" وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے زیر دفعہ ۲۹۸/سی تعزیرات پاکستان ایک مقدمہ تھانہ سٹی بھکر میں درج ہوا۔ واقعات کے مطابق مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر ڈاکٹر دین محمد فریدی نے مقامی پولیس کو درخواست دی جس میں لکھا کہ: "مورخہ ۲۹ جون ۱۹۹۴ء کو ضلع کونسل بھکر ہال میں خاندانی منصوبہ بندی کے بارہ میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی جو کہ جناب ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر بھکر نے کرائی جبکہ مہمان خصوصی جناب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بھکر تھے اور دیگر معززین علاقہ نے بھی شرکت کی۔ اس مجلس مذاکرہ میں ملزم شیخ دبیر احمد قادیانی سکنہ چک ۶۲/ایم۔ ایل۔ غیر مسلم کو بھی مدعو کیا گیا اور ملزم مذکور نے ضلع کونسل ہال بھکر میں تقریر بطور خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے کی اور اپنی تقریر کی ابتداء "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے کی اور السلام علیکم کے الفاظ بھی بانگ دہل استعمال کئے۔ جناب والا شان "السلام علیکم" اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" شعائر اسلام میں شامل ہیں جبکہ ملزم بالا کو یہ فقرات نیز "معزز اور بابرکت" کے استعمال کرنے کا کوئی حق ہرگز نہیں ہے۔ اس طرح ملزم مذکور نے دفعہ ۲۹۸/سی کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی ہے اور قانون کو ہاتھ میں لیا ہے اور ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اور ہم مسلمانوں کی توہین اور دلآزاری کی ہے ...... اسلامی کلمات جن کے استعمال کرنے کا ملزم کو قطعی طور پر حق حاصل نہیں ہے استعمال کئے۔ لہذا استدعا ہے کہ ملزم کے خلاف اندراج پرچہ فرما کر قانونی طور پر اسے قرار واقعی سزا دلوائی جائے اور مسلمانان علاقہ کی دلجوئی فرمائی جائے تا کہ آئندہ کوئی غیر مسلم ایسی جسارت نہ کر سکے"۔

چنانچہ مکرم شیخ دبیر احمد صاحب کے خلاف پرچہ درج ہو گیا۔ ان کی ضمانت عدالت نے منسوخ کر دی جس پر انہیں دو ہفتہ جیل میں رہنا پڑا۔

احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ اپنے پاکستانی احمدی بھائیوں کے لئے درد دل سے دعا جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دشمن کی تمام چالوں سے بچائے۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم۔

ضلع راجن پور میں جماعت احمدیہ کی مخالفت میں شدت آ گئی

امیر صاحب ضلع راجن پور اور احمدی معلم گرفتار

تبلیغ کو بند کرنے کے احکامات۔ مقدمہ ڈپٹی کمشنر نے درج کرایا

[پریس ڈیسک] راجن پور پاکستان سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہاں کچھ عرصہ سے احمدیت کی زبردست مخالفت ہو رہی ہے۔ احمدیت کی تبلیغ کو روکنے کے لئے مولویوں کی درخواست پر داجل گاؤں میں مقیم احمدی معلم مکرم محمد حسین غضنفر پر مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۴ء ایک مقدمہ زیر دفعہ ۲۹۸ / سی تعزیرات پاکستان درج کر کے مورخہ ۲۴ ستمبر کو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر تبلیغ کے علاوہ یہ نہایت مکروہ اور جھوٹا الزام بھی لگایا گیا کہ وہ وی سی آر پر فحش فلمیں دکھاتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حوالات میں ان پر تشدد کیا گیا۔ طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔

مولویوں نے راجن پور کے امیر مکرم میاں محمد اقبال صاحب ایڈووکیٹ کے خلاف بھی ایک درخواست دی جس میں لکھا کہ انہوں نے نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے۔ اس طرح تعزیرات پاکستان کی دفعات ۲۹۵ / اے، ۲۹۵ / بی اور ۲۹۸ / سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ درخواست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں دی گئی جس پر انہیں ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا گیا۔

معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں کی ضمانت کی درخواست کو داخل کروانے کے لئے راجن پور کا کوئی وکیل رضامند نہیں ہوا چنانچہ ملتان سے ایک احمدی وکیل بلایا گیا مگر سیشن جج نے درخواست نامنظور کر دی۔

ہفت روزہ مٹھن راجن پور کی ۲۰ اکتوبر کی اشاعت کے مطابق ڈپٹی کمشنر طارق جاوید آفریدی نے کہا کہ

"قادیانیوں کو کھلی تبلیغ کا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ پاکستان کے آئین کے مطابق احمدی کافر گردانے جا چکے ہیں۔ ان کا دین اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے سٹی مجسٹریٹ مظہر جان کو کہہ دیا ہے کہ گستاخان رسول کی ضمانت ہرگز نہ لی جائے"۔

اخبار نے یہ بھی بتایا ہے کہ طارق جاوید آفریدی نے کہا ہے کہ

"قادیانیوں کے ضلعی صدر کو اپنے خصوصی احکامات پر گرفتار کرایا ہے"۔

ان سارے واقعات کا پس منظر یہ ہے کہ اس علاقہ میں احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ترقی کر رہی تھی اور لوگ بھاری تعداد میں جماعت احمدیہ میں دلچسپی لے رہے تھے اور احمدیت قبول کر رہے تھے جس پر مخالفین نے تبلیغ کو بند کرنے کے لئے مخالفانہ کاروائی کی۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ پاکستان میں بسنے والے تمام احمدی مظلومین اور خاص طور پر راجن پور کے مظلوم احمدی بھائیوں کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ہر طرح سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ (آمین)۔

کراچی میں دو احمدی مسلمانوں کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا

(پریس ڈیسک) کراچی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مورخہ ۱۰ نومبر ۹۴ء کو رات پونے نو بجے حلقہ منظور کالونی کراچی کے ایک احمدی مسلمان مکرم سلیم پال صاحب کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ مرحوم رات کو پونے نو بجے کے لگ بھگ اپنی دوکان بند کر کے گھر تشریف لے جا رہے تھے کہ ظالموں نے راستے میں ہی فائرنگ شروع کر دی جس کی وجہ سے ان کے جسم میں چھ سات گولیاں پیوست ہوگئیں۔ ان کو فوری طور پر جناح ہسپتال لے جایا گیا مگر راستے میں ہی وہ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

اس سے پیشتر مورخہ ۲۸ اکتوبر ۹۴ء کو منظور کالونی کے ہی ایک اور احمدی مکرم عبدالرحمٰن صاحب باجوہ ایڈووکیٹ کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا گیا تھا۔ مکرم عبدالرحمٰن باجوہ صاحب حلقہ منظور کالونی کے نائب صدر اور سکرٹری امور عامہ تھے اور جماعتی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

مورخہ ۲۸ اکتوبر ۹۴ء بروز جمعہ شام ۵ بجے کے قریب مرحوم اپنی ہمشیرہ کے گھر سے اپنے گھر کی طرف موٹر سائیکل پر آ رہے تھے کہ دو نامعلوم افراد نے انہیں مریم مسجد کے قریب روک کر فائرنگ کر دی جس سے ۸ گولیاں ان کے جسم میں پیوست ہوگئیں اور وہ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔

یاد رہے کہ مریم مسجد ختم نبوت کے ملاؤں کا اڈہ ہے جہاں سے جماعت احمدیہ کے خلاف اکثر تقاریر نشر کی جاتی ہیں۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان دو شہیدوں کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جماعت کے مبلغین کی صفات

میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ اب دیر کی جاوے۔ چاہئے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تلخ زندگی کو گوارا کرنے کے لئے تیار ہوں اور ان کو باہر متفرق جگہوں پر بھیجا جاوے۔ بشرطیکہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہو۔ تقویٰ اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں۔ مستقل، راست قدم اور بردبار ہوں اور ساتھ ہی قانع بھی ہوں اور ہماری باتوں کو فصاحت سے بیان کر سکتے ہوں۔ مسائل سے واقف اور متقی ہوں کیونکہ متقی میں ایک قوت جذب ہوتی ہے۔ وہ آپ جاذب ہوتا ہے۔ وہ اکیلا رہتا ہی نہیں

(ملفوظات جلد پنجم [طبع جدید] صہ ۳۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطٰنا نصیرا

انا فتحنا لک فتحا مبینا

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

خلیفۃ المسیح الرابع

امام جماعت احمدیہ

پیارے بھائی صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط MMA 1932/94 11-18-94 ملا۔ الحمدللہ آپ نے بڑے احسن رنگ میں مختلف احباب کو خطوط وغیرہ کی ترسیل کی کاروائی کی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت والی خوشیوں اور برکتوں سے معمور نافع الناس لمبی زندگی عطا فرمائے۔ امریکہ کو اس کی شدید ضرورت ہے اور میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس بارہ میں میری عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔

آپ کے خط MMA/FIN/1915 کی نقل بھی مل گئی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

4412

2-12-94

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید اور وقف جدید کے سال نو کا اعلان فرما دیا ہے۔ احباب جماعت ان بابرکت تحریکات میں اپنا وعدہ لکھوانا اور پھر ادائیگی کرنا نہ بھولیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور انور کی ہر آواز پر لبیک کہنے کی توفیق دے۔

روزوں کے احکام

(از علامہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ)

روزہ کے اقسام۔ جو روزے شریعت سے ثابت ہیں ان کی چار قسمیں ہیں۔ اوّل فرضی دوم نفلی سوم نذری۔ چہارم کفاری۔

اوّل فرضی روزے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر مقرر کئے گئے ہیں اور جن کا رکھنا ہر ایک شخص پر فرض ہے۔ جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو ان کو نہ رکھے وہ گناہ گار ہوگا۔ فرض روزے ماہ رمضان کے ہیں۔ جو شخص رمضان کے دنوں میں اپنے اہل میں موجود ہو اُس پر رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے۔ اگر وہ ایک دن کا بھی روزہ چھوڑے گا تو ایسا گناہ گار ہوگا کہ تمام عمر کا روزہ بھی اس کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔ ہاں جو شخص مسافر یا بیمار ہو وہ اور دنوں میں ان روزوں کو ادا کر سکتا ہے اور جو دائم المریض ہو یا پیر فرتوت ہو یا حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت ہو ان پر روزہ نہیں۔ یہ ہر روز ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ کے ادا کریں۔

رمضان میں بھول کر ایسا کام کرنا جس سے روزہ ٹوٹتا ہو جیسے کھانا پینا۔ اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا یعنی اس کا روزہ ہو جاتا ہے۔ اگر (کوئی شخص) غلطی سے روزہ کھول دے اس طرح کہ وہ شخص سمجھے کہ شام ہوگئی ہے حالانکہ ابھی شام نہیں ہوئی تھی تو اس شخص پر ایک دن کا روزہ اور ہے۔ اور جو شخص رمضان میں روزہ رکھنے کے بعد جان بوجھ کر روزہ توڑے حالانکہ اس کو کوئی عذر مرض یا سفر کا نہیں تو ایسے شخص کے لئے کفارہ یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کرے اور اگر اسے اس کی طاقت نہ ہو یا غلام نہ ملے تو ساٹھ دن کے متواتر روزے رکھے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(۱) مسئلہ۔ اگر رمضان میں کسی شخص کو سحری کے وقت کھانا کھانے کا موقع نہ ملے تو وہ اس عذر سے روزہ افطار کر سکتا ہے؟

جواب۔ رمضان میں دن کے وقت کھانا پینا اور جماع کرنا حرام ہے سوائے سفر اور مرض کے۔ پس اس شخص کو روزہ رکھنا چاہئے۔ سحری کھانا روزہ کے لئے کوئی شرط نہیں۔ جو شخص سحری نہ کھانے کے عذر سے روزہ چھوڑتا ہے ویسا ہی گنہگار ہے جیسا کہ بلا عذر رمضان میں روزہ نہ رکھے۔

(۲) مسئلہ۔ مرض اور سفر کی حد کیا ہے؟

جواب۔ شریعت نے درحقیقت کوئی حد مقرر نہیں کی ہر ایک شخص کے دل پر اسے چھوڑا ہے۔ شریعت کے مختلف فتووں پر غور کرنے سے اور مسیح موعود علیہ السلام کے تعامل سے سفر کی حد گیارہ میل اور مرض کی حد یہ کہ جس سے سارے بدن میں تکلیف ہو یا کسی ایسے عضو میں تکلیف ہو جس سے سارا جسم بیقرار ہو ثابت ہوتی ہے جیسے بخار یا آنکھ کا درد۔

(۳) مسئلہ۔ جو لوگ مزدوری پیشہ یا زمینداری پیشہ ہوں اور رمضان میں انکو ایسی مشقت کا کام ہو کہ اگر وہ اس کام کو چھوڑ دیں تو چھ ماہ کی فصل ضائع ہوتی ہے اور اگر اس کام کو کریں تو روزہ نہیں رکھ سکتے ایسے لوگ کیا کریں؟

جواب۔ ان لوگوں کو چاہئیے کہ یہ گیارہ مہینہ میں اتنی کمائی کریں کہ ایک مہینہ مزدوری اور مشقت سے رہائی پا سکیں اور زمیندار بجائے اپنے کسی اور کو کھڑا کریں لیکن جو شخص کسی طرح بھی مشقت سے رہائی نہیں پا سکتا اور نہ وہ اپنے قائم مقام دوسرے کو کر سکتا ہے اور نہ اس مشقت کے ساتھ روزہ کو نباہ سکتا ہے تو ایسا شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتووں کی رو سے بیمار اور مسافر کے حکم میں ہے کہ جب اس کو سال میں آسانی ہو ان دنوں میں وہ روزے رکھے مثلاً موسم سرما میں یا جن دنوں میں کام سے فراغت ہو۔

(۴) مسئلہ۔ جو شخص رمضان میں صحت یافتہ ہے لیکن اسے خوف ہے کہ اگر میں روزے رکھونگا تو بیمار ہو جاؤں گا یا طبیب کہتا ہے کہ روزے رکھو گے تو بیمار ہو جاؤ گے۔

جواب۔ ایسے شخص کا اپنا خوف تو کوئی چیز نہیں ہے۔ ہاں اگر طبیب کہتا ہے تو یہ شخص بیمار کے حکم میں ہے اسے صحیح (تندرست) کہنا غلط ہے۔

(۵) مسئلہ۔ جس شخص کا سفر اس کی ملازمت کے فرائض یا کسب میں داخل ہو اس کا کیا حکم ہے جیسے محکمہ ریلوے میں، ڈاک کے ملازم، ڈرائیور، گارڈ، یا ہرکارے یا دورہ کرنے والے حکام ہیں؟

جواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتوے کی رو سے وہ لوگ مسافر نہیں ان کو روزہ رکھنا چاہئیے۔ ان کا سفر ایسا ہی ہے جیسے ہل چلانے والے کا پھرنا۔

(۶) مسئلہ۔ رمضان کی ابتداء اور انتہاء کس طرح

معلوم ہو؟

جواب - ابتداء - یا تو رمضان کا چاند دیکھیں اور اگر بادل ہو تو شعبان کے تیس ۳۰ دن پورے کریں تو رمضان شروع ہو جاتا ہے۔ رؤیت ہلال میں اگر آسمان غبار آلود یا ابر آلود ہو تو ایک مسلمان کی گواہی کافی ہے۔ اور اگر مطلع صاف ہو تو پھر کثرت سے آدمیوں کی گواہی درکار ہے۔ یعنی جتنے آدمی ہلال دیکھنے میں مشغول ہوں اور صحیح النظر ہوں ان میں سے اکثر کی گواہی معتبر ہے۔ اگر تعداد بہت ہے تو پچاس آدمی کی گواہی کافی ہے۔

انتہائے رمضان شوال کا چاند دیکھنے سے ہے اور اگر بادل ہو تو رمضان کے تیس دن پورے کرنے سے۔ شوال کا چاند دیکھنے میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو مسلمانوں کی گواہی رؤیت ہلال میں کافی ہے۔ اور اگر مطلع صاف ہے تو پھر جم غفیر کی گواہی چاہیئے۔ یعنی کثرت سے لوگوں کی۔ اور شک کے دن رمضان کا ابتداء منع ہے۔ یعنی شعبان کی آخری تاریخ میں کسی شخص کو یہ شبہ ہو کہ شاید رمضان شروع ہو گیا ہو میں روزہ رکھوں۔ تو یہ روزہ رکھنا ناجائز ہے۔

دوسری قسم کے روزے نفلی ہیں۔ نفلی وہ روزے ہیں کہ جن کے رکھنے سے ثواب ہے اور نہ رکھنے سے کوئی گناہ نہیں۔ نفلی روزے حسب ذیل ہیں۔ ماہ شوال میں چھ۔ ہر ماہ میں تین۔ پیر اور جمعرات کے دن۔ عرفہ کے دن یعنی ماہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو بشرطیکہ آدمی حج کے لئے میدان عرفہ میں موجود نہ ہو۔ محرم کی نویں یا دسویں یا دونوں کے روزے۔ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا لیکن سال بھر لگاتار اور بلا فصل روزے رکھنا اور دونوں عیدوں کے دن روزے رکھنے منع ہیں۔ اگر کوئی آدمی نفلی روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر قضاء واجب نہیں، اس کی قضاء بھی نفلی ہے۔

تیسری قسم کے روزے نذری ہیں۔ یہ ایسے روزے ہیں کہ جو نہ خدا نے فرض کئے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہیں۔ بلکہ انسان خود اپنے ذمہ مقرر کرتا ہے تاکہ اسکے نفس کا تزکیہ ہو یا کسی شرط پر کہ فلاں کام اگر میرا خدا کر دے گا تو میں اتنے روزے رکھوں گا۔ ان روزوں کا رکھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ جن دنوں کی نذر مانی ہے جب وہ دن آئیں گے تو ان دنوں کے روزے رکھنے اس پر ضروری ہوں گے اور اگر ان ایام میں بیمار یا مسافر ہو تو اور دنوں میں ان کی قضاء کرے اور اگر نذری روزے رکھ کر توڑے تو انکی قضاء اس کے ذمہ ہے۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ نذر یا رمضان کے روزے ہوں تو اس کے وارث کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب۔ وارث کے لئے جائز ہے کہ وہ میت کی طرف سے رمضان اور نذر کے روزے رکھے اور رکھ نہیں سکتا تو اس کی طرف سے فی روزہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ ادا کرے۔

چوتھی قسم روزوں کی کفارے کے روزے ہیں۔ یہ وہ روزے ہیں کہ جو کسی حکم کے توڑنے کی وجہ سے یا کسی فرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مومن کے ذمہ پڑتے ہیں تاکہ اس گناہ کا کفارہ ہو۔ اور وہ حسب ذیل ہیں:-

(الف) اگر کوئی شخص قسم کھا کر توڑ دے اور دس مسکینوں کا کھانا یا کپڑے یا ایک غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔

(ب) جو رمضان کا روزہ جان بوجھ کر توڑے یا کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے اور خون بہا دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ یا اپنی بیوی سے ظہار کرے اور غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ شخص ساٹھ روزے لگاتار رکھے۔ اگر ایک روزہ بھی کسی عذر کی وجہ سے چھوڑے تو پھر ابتداء سے شروع کرنا ہوگا۔ یہاں تک کہ ساٹھ روزے پورے ہوں۔ اور جو شخص حج اور عمرہ دونو کرے اور قربانی نہ پائے تو وہ تین روزے مکہ معظمہ میں رکھے اور سات جب اپنے گھر میں واپس آئے تو رکھے اور اسی طرح اگر کسی تکلیف کی وجہ سے احرام کی حالت میں سر منڈائے تو تین دن کے روزے رکھے۔

روزہ میں کون سے کام کرنے جائز اور کون سے منع ہیں

آئینہ دیکھنا۔ مسواک کرنا۔ نہانا۔ تر کپڑا اوپر لینا۔ بدن کو تیل لگانا اور اپنی بیوی کا بوسہ لینا، معانقہ کرنا بشرطیکہ اپنے نفس پر پورا قابو رکھتا ہو۔ حجامت کرانا۔ پچھنے یا سینگی لگوانا۔ سرمہ لگانا۔ خوشبو سونگھنا یا لگانا جائز ہے۔ اگر رات کو رمضان میں اپنی عورت سے جماع کیا ہو اور صبح کے ظاہر ہونے کے بعد غسل جنابت کرے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ اور رمضان میں روزہ کی حالت میں سو جانے سے اگر احتلام ہو تو بھی روزہ کو کچھ نقصان نہیں۔ کلی کرنا یا کوئی چیز (ضرورتاً) منہ میں ڈالنا جس کا مزہ ہے بشرطیکہ حلق میں نہ اترے تو

روزہ کو نقصان نہیں۔ اپنا تھوک نگلنا جائز ہے۔
حقہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ روزہ میں لغو باتیں کرنا اور کسی سے لڑائی کرنا منع ہے۔ اگر کوئی لڑائی کرے تو اس کو اتنا کہہ دینا چاہیئے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اگر کوئی شخص سفر کرنے کی حالت میں یا بیماری میں روزہ رکھے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اول رض کا فتویٰ یہی تھا کہ وہ روزہ نہیں ہوتا ایسے شخص کو پھر روزہ رکھنا چاہیئے۔

مسئلہ۔ جو شخص روزہ نہ رکھ سکے اور فدیہ دے تو آیا وہ قادیان کے مسکین فنڈ میں بھیجے یا اپنے شہر میں ہی کسی مسکین کو کھلا سکتا ہے؟

جواب۔ اس کے لئے دونوں امر جائز ہیں۔ خواہ قادیان بھیجے خواہ اپنے شہر کے مساکین کو کھلا دے۔

مسئلہ۔ روزہ کا ابتداء و انتہا کیا ہے؟

جواب۔ روزہ کا شروع فجر کے ظاہر ہونے سے ہے یعنی جب مشرق کی طرف صبح کی روشنی مشرق کے کنارہ پر لمبی ظاہر ہو۔ اور روزہ کا انتہاء سورج کی ٹکیہ کا غائب ہونا ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لوگ اس وقت تک اچھی حالت میں رہیں گے جب تک روزہ کھولنے میں افطار کے وقت جلدی کریں گے اور سحری کھانے میں دیر کریں گے یعنی فجر کے نمودار ہونے سے پہلے قریب ہی بند کریں گے۔ اور سحری کا کھانا مبارک کھانا ہے اس کو ضرور رکھنا چاہیئے ہاں اگر کسی شخص کی بیداری نہ ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ ہاں روزہ رکھنا اس پر ضروری ہے۔

مسئلہ۔ رمضان میں تراویح کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ افضل نماز رات کے نوافل میں سے وہی ہے جو رات کے آخری حصہ میں ہو اور آدمی گھر میں پڑھے اور اس میں لمبا قیام اور لمبی دعا ہو۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ مسجد میں کسی حافظ یا قرآن خواں کی اقتداء میں عشاء کی نماز کے بعد یا سحری کے وقت پڑھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں یہی تعامل رہا اور قادیان میں بھی یہی تعامل ہے کہ ابتداء شب میں بڑی مسجد (مسجد اقصیٰ) میں تراویح کی نماز ہوتی ہے اور آخری شب میں چھوٹی مسجد (مسجد مبارک) میں تراویح کی جماعت ہوتی ہے۔

تراویح کے امام کے متعلق یہ خیال رہے کہ اس سے تراویح کے عوض میں پہلے کوئی رقم مقرر نہ کی جائے۔ ہاں تراویح کے ختم ہونے پر خدا ترسی کے طور پر اس کی کچھ خدمت کر دی جائے تو مضائقہ نہیں۔

(ماخوذ از کتاب فقہ احمدیہ)

بشکریہ ماہنامہ الفرقان ربوہ
دسمبر 1968

(5)

ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

روزہ

پھر تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔

مسافر اور مریض فدیہ دے سکتے ہیں

فرمایا:-
اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بناء آسانی پر رکھی ہے جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں۔ ان کو چاہیئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دے دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔